زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے

بسم اللہ

اپریل مئی جون

۲۰۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سہ ماہی «زینب»

لجنہ اماء اللہ ناروے کی علمی تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں کا ترجمان

«سرپرستِ اعلیٰ»

امیر جماعت احمدیہ ناروے مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب

«زیرنگرانی»

صدر لجنہ اماء اللہ ناروے مکرمہ سیّدہ بشریٰ خالد صاحبہ

مجلس ادارت

مدیرہ حصّہ اُردو کتابت، تقسیم واشاعت محترمہ منصورہ نصیر صاحبہ

مدیرہ حصّہ نارویجن: محترمہ مہرین شاہد صاحبہ

نائبہ مدیرہ حصّہ نارویجن: عزیزہ عندلیب انور

پرنٹنگ: محترمہ شمسہ خالد صاحبہ

پروف ریڈنگ: محترمہ طاہرہ زرتشت صاحبہ

محترمہ سعیدہ نعیم

محترمہ لبنیٰ غزالہ صاحبہ

محترمہ طیبہ رضوان صاحبہ

شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ

Søren Bulls veien 1

1051 Oslo

Tlf: +47 22322746

FAX : + 47 22320211

فہرست مضامین

اداریہ 2

القرآن الکریم 3

حدیث نبوی ﷺ 4

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 2014ء 5

خداتعالیٰ کی صفت ربوبیت 7

دورحاضر میں خلافت کی اہمیت اور ضرورت 9

دین کو دنیا پر مقدم کرنا 13

صحت کارنر 17

نظم 18

اعمال صالح کی جڑ 19

رشتے داریاں نبھانا 22

اردو سیکھیں 24

تحریک وقف نو کے متعلق ہدایات 25

کلاس واقفات نو 28

پکوان 29

دُعائیہ اعلانات 30

اجتماع نصاب (لجنہ اماءاللہ 2015ء) 32

ناصرات کا صفحہ (شمسہ خالد اور مدیحہ محمود) 33

اجتماع نصاب (ناصرات الاحمدیہ 2015ء) 36

☆☆☆☆☆☆☆

اداریہ:

زمانہ سُبک رفتاری سے گزرتا جارہا ہے۔مادیت اور جدید تکنیکی دَور کی چکا چوند نے اِنسان کوایک دوسرے سے دُور کر دیا ہے۔لوگ رِشتوں کا اِحترام فراموش کرتے جارہے ہیں۔انسانیت تباہی کے کَناروں پر کھڑی ہے اور یہ سب کچھ اسلام کی حسین تعلیم کونظرانداز کردینے کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں رحمی رشتوں کو قائم رکھنے کے سلسلے میں ارشادفرماتا ہے:

’’ اور جولوگ اِن تعلقات کو ہمیشہ قائم رکھتے ہیں جن کے قائم رکھنے کا اللہ نے حُکم دِیاہے اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں۔اور بُرے اَنجام والے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔‘‘ (الرعد:22)

قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے اور آپس میں برادرانہ اُخوّت اور پیار کا سبق دیا ہے۔اسلام نے جہاں میاں بیوی، والدین،اوراولاد کے حقوق مقرر کئے ہیں وہاں دیگر رشتہ داروں اور تعلق رکھنے والوں سے بھی حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔

آنخضرت ﷺ نے فرمایا!۔۔’’اپنے والدین کے عزیز واقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کروجس طرح وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے اور اِن کے دوستوں کے ساتھ بھی عزّت اور احترام سے پیش آؤ۔‘‘

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا!۔’’کہ جوشخص رزق میں فراخی اور چاہتا ہے کہ اُس کی عُمر دراز ہواوراس کا ذکر خیر زیادہ ہوتو اُسے صلہ رحمی کا خُلق اِختیار کرنا چاہیے اوراپنے رشتہ داروں سے بنا کر رکھنی چاہئے۔‘‘

ہمارے مُعاشرہ میں اَگر کسی شناسا نے سلام نہیں کیا یا سلام کا جواب نہیں دیا یا خُود بڑھ کر ملانہیں تو ہم اپنے ذہن میں بیٹھا لیتے ہیں کہ فلاں ہم سے ملنا پسند نہیں کرتا اور پھراس سے قطع تعلُق کر لیتے ہیں جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر ہم سے کوئی قطع تعلق کرے تب بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے تعلق کومضبوط کریں۔

ہمارے پیارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ:’’سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تُو قطع تعلق کرنے والوں سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے بُرا بھلا کہتا ہے اُس سے تُو درگزر کر۔‘‘ (مسند اَحمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 461)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی جماعت کا فرد ہونے کی حیثیت میں ہمارا فرض ہے کہ اِسلام کی تعلیم کے مطابق معاشرہ کے حقوق وفرائض کے ساتھ ساتھ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی حسنِ سلوک کریں اور رحمی رشتوں کے بھی حقوق ادا کریں۔اگر وہ ہم سے زیادتی یا بے رُخی کریں تب بھی ہم ان سے ہمدردی،محبت اور پیار کا سلوک کریں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:۔’’تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جوزیادہ اپنے بھائی کے گُناہ بخشتا ہے اور بد بخت ہے وہ جوضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔سواس کا مجھ میں حصہ نہیں۔‘‘ (کشتی نوح صفحہ: 16)

پھر فرماتے ہیں کہ:۔جونہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کے گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔‘‘ (کشتی نوح صفحہ: 23)

اللہ کرے کہ ہم قرآنی حکم کے مطابق صلہ رحمی اور عمدہ اخلاق کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والی ہوں۔آمین

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ۝٣١

31۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي
الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ
اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝٣٢

32۔ ہم اس دنیوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ جو تم طلب کرتے ہو۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝٣٣ ع ٧ ١٨

33- یہ بہت بخشنے والے (اور) بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ
وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝٣٤

34۔ اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ اِدْفَعْ
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝٣٥

35۔ نہ اچھائی برائی کے برابر ہوسکتی ہے اور نہ برائی اچھائی کے (برابر)۔ ایسی چیز سے دفاع کر کہ جو بہترین ہو۔ تب ایسا شخص جس کے اور تیرے درمیان دشمنی تھی وہ گویا اچانک ایک مددگار جاں نثار دوست بن جائے گا۔

☆ یہ ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔

﴾حدیث نبوی ﷺ﴿

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تندرست و توانا مومن کمزور صحت والے مومن سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ ہر ایک چیز میں خیر اور بھلائی ہے جو چیز نفع دیتی ہے اس کی ہمیشہ حرص رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو، عاجز بن کر نہ بیٹھو۔ اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا نہ ہوتا۔ بلکہ یہ کہو کہ مَیں نے کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کاش کہنا اور پچھتاوے اور حسرت کا اظہار کرنا شیطان کے اثر ڈالنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔''

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 76,77)

کلام الامام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''شریعت کی اصل غرض تزکیۂ نفس ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اسی مقصد کو لے کر آتے ہیں اور وہ اپنے نمونہ اور اسوۂ سے اس راہ کا پتہ دیتے ہیں جو تزکیہ کی حقیقی راہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا ہو اور شرح صدر حاصل ہو۔۔۔۔ میں تو اپنی جماعت کو اسی راہ پر لے جانا چاہتا ہوں جو ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کی راہ ہے جو خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت تیار ہوئی ہے۔ پس اور راہ وغیرہ کا ذکر ہماری کتابوں میں آپ نہ پائیں گے اور نہ اس کی ہم تعلیم دیتے ہیں اور نہ ضرورت سمجھتے ہیں۔ ہم تو یہی بتاتے ہیں کہ نمازیں سنوار سنوار کر پڑھو اور دُعاؤں میں لگے رہو۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 242)

خلاصہ خطبہ جمعہ:

خداتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے۔ اعمالِ صالحہ بجالانے سے متعلق دینی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصائح

خداتعالیٰ اعمالِ صالحہ کو چاہتا ہے، جب تک یہ نہ ہو تم خداتعالیٰ کے نزدیک نہیں جاسکتے

تمام قسم کی بداخلاقیاں اپنے اندر شرک کا حصہ رکھتی ہیں۔ ان بداخلاقیوں کا مرتکب خداتعالیٰ کے فضلوں سے حصہ نہیں لے سکتا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مؤرخہ ۱۹ ستمبر 2014ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے پر براہِ راست نشر کیا گیا۔ حضورِ انور نے **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد بیان فرمایا** کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ **عملِ صالح وہ ہے جس میں ظلم، جبر، ریاء، تکبر، حقوقِ انسان کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ اگر ایک آدمی بھی گھر میں عملِ صالح والا ہو تو گھر بچا رہتا ہے۔ مصمم عزم اور عہدِ واثق سے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔** فرمایا کہ بغیر عمل کے انسان ایسا درخت ہے جس کی خوبصورت اور سرسبز شاخیں کاٹ کر اسے بدشکل بنا دیا گیا ہو۔ پس نرے ایمان کے دعوے اور اظہار اور اس کی جڑ کی مضبوطی کا اعلان کسی کام کا نہیں جب تک اعمالِ صالحہ کی سرسبز شاخیں اور پھل خوبصورتی نہ دکھا رہے ہوں۔ یقیناً یہ اعمال کی خوبصورتی اور فیض رسانی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ فرمایا: یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب زمانے کے امام کے ساتھ تعلق بھی پیدا ہو۔ آج ان صحیح اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے جس نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہی وہ خداتعالیٰ کا لگایا ہوا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز، خوبصورت اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔** فرمایا کہ ہم احمدی دنیا کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مومنین اور صالحین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے والے جنتوں میں اعلیٰ مقام پائیں گے، ان کو ایسے احسن اجر ملیں گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے، ان کو پاکیزہ رزق دے گا، ان کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا، وہ امن میں ہونگے۔ خدائے رحمان ان کے لیے وُد پیدا کریگا یعنی گہرا پیار اور مضبوط تعلق جو کبھی کٹ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں کے دلوں میں اپنی محبت اور بنی نوع کی محبت کِلّے کی طرح گاڑ دیگا۔ پس اگر حقیقی تعلیم پر عمل ہو تو کبھی یہ دُکھ اور تکلیفیں جو ایک دوسرے کو دیے جا رہے ہیں یہ نظر نہ آئیں۔ پس آج افرادِ جماعتِ احمدیہ کا یہ فرض ہے کہ ایمان کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ اعمال صالحہ کے وہ خوبصورت پتے، شاخیں اور پھل بنیں جو دینِ حق کی خوبصورتی کی طرف دنیا کو کھینچنے والے ہوں۔

حضورِ انور نے اعمالِ صالحہ کے بجالانے اور اس کی وضاحت میں **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** کے ارشادات اور تحریرات پیش فرمائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ **اعمال پروں کی طرح ہیں، بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کرسکتا،** شیطان کے حملے سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے، وہ ہمیشہ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اور اس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے تاک میں لگا رہتا ہے۔ **خداتعالیٰ اعمال چاہتا ہے۔ اس لیے بار بار یہی حکم دیا** کہ اعمالِ صالحہ بجالاؤ۔ **خداتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے، ان کی عمر دراز کرتا ہے، ان کے کاروبار میں ایک برکت رکھ دیتا ہے، اور ان کو**

ضائع نہیں کرتا اور بے عزتی کی موت نہیں مارتا، اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہاری قدر کرے تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ تم نیک بن جاؤ تا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قدر ٹھہرو جو لوگ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں وہ ان میں اور ان کے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھ دیتا ہے۔ یہی راز انسان کی برکت پانے کا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے۔ ایسا شخص جہاں رہے وہ قابلِ قدر ہوتا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو نیکی پہنچتی ہے، وہ غریبوں سے حسنِ سلوک کرتا ہے، ہمسائیوں پر رحم کرتا ہے، شرارت نہیں کرتا، جھوٹے مقدمات نہیں بناتا، جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا بلکہ دل کو پاک کرتا ہے اور خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ تکبر، بخل، غرور وغیرہ بداخلاقیاں بھی اپنے اندر شرک کا ایک حصہ رکھتی ہیں اس لیے ان بداخلاقیوں کا مرتکب خدا تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ نہیں لے سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم اس سلسلے میں داخل ہوئے ہو تو نیک اور متقی بنو، ہر ایک بدی سے بچو، یہ وقت دعاؤں میں گزارو، رات دن تضرع میں لگے رہو، زبان کو نرم رکھو، استغفار کو اپنا معمول بناؤ، نمازوں میں دعائیں کرو۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ وہ نصائح ہیں جنہیں ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی مومن بنائے۔ آمین۔ حضورِ انور نے آخر پر مکرم رشید احمد خان صاحب ابن مکرم اقبال محمد خان صاحب آف لندن کی وفات پر ان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مرحوم کی نماز جنازہ حاضر پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ (روزنامہ الفضل 23 ستمبر 2014ء)

لجنات حضورِ انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نوافل کا التزام کریں۔ جماعت ناروے نے نفلی روزہ کے لئے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔ جزاکم اللہ

خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت

طیبہ رضوان مجلس کلوفتہ

اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان حاصل کرنے کیلیئے اس کی صفات کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ذاتی نام کے علاوہ خدا تعالیٰ کے 99 نام احادیث میں بیان کیئے گئے ہیں۔جن پر غور کرنا،ان کا مظہر بننے کی کوشش کرنا اوران کے ذریعہ دُعا کرنا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت 139 میں فرماتا ہے

''کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی چار بنیادی صفات بیان کی ہیں۔جنھیں **''اُمّ الصفات''** کہا جاتا ہے۔اور وہ چار صفات یہ ہیں ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت یوم الدین۔ باقی کی تمام صفات انہیں چار صفات کے تحت آتی ہیں۔جس طرح سورۃ الفاتحہ اُمّ الکتاب ہے اورقرآن کریم کا خلاصہ ہے اسی طرح یہ چار بنیادی صفات بھی دوسری صفات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

اُمّ الصفات کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چار صفتیں بیان فرمائی ہیں۔یعنی ربّ العالمین، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین اوران ہر چہار صفتوں میں سے ربّ العالمین کوسب سے مقدم رکھا ہے۔اور پھر بعد اس کے صفت رحمٰن کا ذکر کیا اور پھر صفت رحیم کو بیان فرمایا، پھر سب سے اخیر صفت مالک یوم الدین کو لایا۔پس سمجھنا چاہیے کہ یہ ترتیب خدا تعالیٰ نے کیوں اختیار کی اس میں نکتہ یہ ہے کہ ان صفات اربعہ کی ترتیب طبعی یہی ہے اوراپنی واقعی صورت میں اسی ترتیب سے یہ صفات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔'' (براہین احمدیہ چہار حصص روحانی خزائن جلد1صفحہ 444)

صفت ربّ العالمین۔

رب کے معنی ہیں مخلوقات کی پرورش کرنے والا اوراس کی تدریجاً تکمیل کرنے والا۔**حضرت مسیح موعود علیہ السلام عالمین کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

'' مخلوق کو پیدا کرنے والے خدا کے سوا ہر ہستی ہے خواہ وہ عالم ارواح سے ہو یا عالم اجسام سے اورخواہ زمینی مخلوق سے ہو یا سورج چاند اوران کے علاوہ دیگر اجرام کی مانند کوئی چیز ہو۔پس تمام عالم جناب باری کی ربوبیت کے تحت داخل ہیں۔'' (تفسیر جلد اص 97 بیان فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

''یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے ربوبیت کا محل ہے یعنی اِرتقاء کے قانون کے ماتحت ہے۔ ۔۔۔اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز تغیر پذیر اورادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اعلیٰ کی طرف جاتی ہے۔اس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔اوّل خدا تعالیٰ کے سوا ہر شے مخلوق ہے کیوں کہ جو چیز ترقی کرتی اور تغیر پکڑتی ہے وہ آپ ہی آپ نہیں ہوسکتی۔دوسرے ارتقاء کا مسئلہ درست ہے ہر شے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف گئی ہے خواہ انسان ہو خواہ حیوان۔خواہ نباتات ہوں خواہ جمادات کیوں کہ ربّ العالمین کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف لے جا کر اللہ تعالیٰ کمال تک پہنچاتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ ارتقاء کا مسئلہ دنیا کی ہر شے میں جاری ہے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ارتقاء مختلف وقتوں اور مدارج میں حاصل ہوتا ہے کیوں کہ ربّ کے معنی ہیں چیز کو مختلف وقتوں اور مختلف درجوں میں ترقی دے کر کمال تک پہنچانا۔'' (تفسیر کبیر بیان فرمودہ حضرت مصلح موعود ص: 21)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ''صفت رب العالمین'' کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

'' سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں۔ اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا ربّ ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے اور تمام مکانوں کا ربّ ہے اور تمام ملکوں کا وہی ربّ ہے۔ اور تمام فیضوں کا وہی سر چشمہ ہے۔ اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں۔ اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔ خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر تو احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانے میں مخفی رہا۔ پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا۔ اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا۔ اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔''

(پیغام صلح ص 3 تا 7 از تفسیر جلد اوّل)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اس کے بعد ربّ العالمین کا لفظ ہے جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے اللہ وہ ذات (مستجمع) جمیع صفات کاملہ ہے جو تمام نقائص سے منزہ ہو اور حسن اور احسان کے اعلیٰ نکتہ پر پہنچا ہوا ہو تا کہ اس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں۔ اور روح کے جوش اور کشش سے اس کی عبادت کریں اس لئے پہلی خوبی احسان کی صفت رب العالمین کے اظہار سے ظاہر فرمائی ہے جس کے ذریعے سے کل مخلوق ربوبیت سے فیض اٹھا رہی ہے۔ مگر اس کے بالمقابل باقی سب مذہبوں نے جو اس وقت موجود ہیں اس صفت کا بھی انکار کیا ہے مثلاً آریہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ مل رہا ہے وہ سب اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا کی ربوبیت سے وہ ہرگز ہرگز بہرہ ور نہیں ہے کیوں کہ جب وہ اپنی روحوں کا خالق ہی خدا کو نہیں مانتے اور ان کو اپنے بقا و قیام میں بالکل غیر محتاج سمجھتے ہیں۔ تو پھر اس صفت ربوبیت کا بھی انکار کرنا پڑا۔ ایسا ہی عیسائی بھی اس صفت کے منکر ہیں کیوں کہ وہ مسیح کو اپنا ربّ سمجھتے ہیں اور ربنا المسیح ربنا المسیح کہتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو جمیع مافی العالم کا رب نہیں مانتے بلکہ مسیح کو اس کے فیض ربوبیت سے باہر قرار دیتے ہیں اور خود ہی اس کو ربّ مانتے ہیں اسی طرح پر عام ہندو بھی اس صداقت سے منکر ہیں کیوں کہ وہ تو ہر ایک چیز اور دوسری چیزوں کو ربّ مانتے ہیں۔ برہم سماج والے بھی ربوبیت تامہ کے منکر ہیں کیوں کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا نے جو کچھ کرنا تھا وہ سب یکبار کر دیا اور یہ کہ تمام عالم اور اس کی قوتیں جو ایک دفعہ پیدا ہو چکی ہیں مستقل طور پر اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ان میں تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اب معطل محض ہے غرض جہاں تک مختلف مذاہب کو دیکھا جاوے اور ان کے اعتقادات کی پڑتال کی جاوے تو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ربّ العالمین ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ یہ خوبی جو اعلیٰ درجے کی خوبی ہے اور جس کا مشاہدہ ہر آن ہو رہا ہے صرف اسلام ہی بتاتا ہے۔ اور اسی طرح پر اسی ایک لفظ کے ساتھ ان تمام غلط اور بے ہودہ اعتقادات کی بیخ کنی کرتا ہے جو اس صفت کے خلاف دوسرے مذاہب والوں نے خود بنا لئے ہیں۔''

(الحکم 10 مئی 1903 ص 2 تا 3 از تفسیر جلد اوّل)

ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کر کے انہیں اپنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دورِ حاضر میں خلافت کی اہمیت اور ضرورت

عطیہ رفعت مجلس پرنسدال

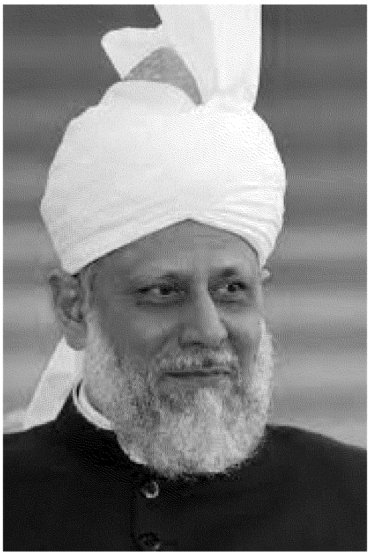

کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ ایٹم کو لیں یا بڑی سے بڑی گیلیکسی ،اس میں ایک بات مشترک ہے یعنی ''مرکز''۔دنیا کا کوئی بھی نظام ہو یا عام کاروبارِ زندگی ''مرکزیت'' کے بغیر نامکمل ہے، جو ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف توجہ دلاتی ہے تو دوسری طرف معاشرہ کی تشکیل کا نظام بھی جاری ہوتا ہے جس میں ایک مرکز کی حیثیت ہمیشہ دائمی ہوتی ہے اور اسی مدار پر بنی نوعِ انسان کے نظام کی کامیابی اور ترقی کا انحصار ہے۔ جہاں تک انسانی معاشرہ میں نظام کا تعلق ہے یہ دنیا کے ہر خطہ ملک اور قبیلہ میں موجود ہے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ یہ واقعی فطرت کی آواز ہے،لیکن ان نظاموں میں وقتاً فوقتاً تبدیلیوں اور گڑبڑ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ حقیقی نظام نہیں، کیونکہ اس میں مرکزیت کی وہ روح نہیں جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہو۔کیونکہ خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بنی نوعِ انسان پرسکون زندگی بسر کریں پورے اطمینان کے ساتھ اس دنیا میں رہیں۔ پھر یہ انتشار اور بے اطمینانی کیوں؟ اس سوال کا جواب ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب قرآنِ پاک میں ملتا ہے۔

سورۃ النور کی آیت 56 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کیلئے ان کے دین کو جو اس نے ان کیلئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کریگا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دیگا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔''**

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس نظام کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ آسمانی نظام ہے جس کا سربراہ خود خدا تعالیٰ مقرر فرماتا ہے اور جس کا آئین اس نے قرآن شریف کی صورت میں نازل فرمادیا ہے یہ نظام نظامِ خلافت ہے جو خدا تعالیٰ کے مامورین اور مرسلین کی آمد پر جاری ہوتا ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جسکے لغوی معنی کسی کے پیچھے آنا یا کسی کو اپنا جانشین، قائم مقام یا نائب بنانے کے ہوتے ہیں۔لیکن اصطلاح میں اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں، پہلا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح اور فلاح کیلئے جو مامور اور مرسل مبعوث کئے جاتے ہیں انہیں خلیفۃ اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت سے کام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو قرآن شریف نے خود خلیفہ کے نام سے یاد کیا ہے۔دوسرا معنی وہ برگزیدہ اور نیک ہستی جو کسی روحانی پیشوا یا نبی کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کیلئے اسکی قائم مقام بنتی ہے اور اسکی جماعت کا امام۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بنے۔

مگر پھر سوال یہ اُٹھتا ہے کہ خلیفہ کی ضرورت کیوں ہے؟ تو اس کا ایک تو سادہ سا جواب یہی ہے کہ نبی کی وفات کے بعد خوف کی حالت کو امن میں بدلنے کے لئے جیسا حضرت محمد ﷺ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کی دلجوئی کیلئے کھڑا کیا ان کی زبان سے وہ کلمات جاری فرمائے جو تمام صحابہ کو معلوم تھے مگر بوجہ غم اور خوف ذہن سے محو ہوگئے تھے اور یہی سچی خلافت کی نشانی ہے کہ خدا کا ہاتھ اس کے سر پر ہوتا ہے۔ چونکہ ہر انسان کی ایک مخصوص اور محدود طبعی عمر ہوتی ہے اور اس نے ایک مخصوص وقت گزار کر اس دنیا سے چلے جانا ہوتا ہے اور چونکہ اصلاح کا کام ایک لمبا عرصہ چاہتا ہے تاکہ

اُمت کی نگرانی اور تربیت کا سلسلہ جاری رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا تا کہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس بیج کی آبیاری کی جائے جو نبی نے بویا ہے تا کہ وہ مضبوط اور تناور درخت کی شکل اختیار کر لے۔یعنی خلافت کا نظام درحقیقت نبوت کے نظام کو آگے بڑھانے اور مکمل کرنے کی کڑی ہے۔اس لئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔‘‘ نبی کا کام تبلیغ کے ساتھ ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم، روحانی اور اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم ہوتا ہے اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑی میں پروئے رکھتا ہے۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نظامِ خلافت کے قیام کی ضرورت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ کا کلام مجھے فرماتا ہے وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا، کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے۔۔۔۔۔اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے۔اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔‘‘

(الوصیت ص 8,9)

پس خلافت کے قیام کی ضرورت اور اس کی اہمیت جہاں مادی قانونِ قدرت سے ثابت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے روحانی نظام کا بھی یہی تقاضا ہے اور اسکی سنت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ نبوت کے بعد خلافت کا نظام بہر حال قائم ہونا چاہئے کہ ساری دنیا کے مسائل کا حل اسی نظام میں ہے۔جبکہ خدا تعالیٰ خود خلیفہ کو کھڑا کرتا ہے تو ہر قدم پر اس کی مدد اور رہنمائی فرماتا ہے، علم اور حکمت عطا فرماتا ہے روح القدس سے تائید اور نصرت فرماتا ہے ہر مشکل مرحلہ اور ابتلاء میں پورا اُترنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کی تعظیم کی جائے۔اس کے علم کے آگے اپنے علم کو علمِ لاشئی سمجھے بلکہ اسکے مقام کا تقاضا ہے کہ یہ کام اسی پر چھوڑا جائے جیسا کہ **حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں** ’’کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور پھر بیعت لے لینا ہے، یہ کام تو صرف ایک ملا بھی کر سکتا ہے۔اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں۔اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔‘‘

دین کی تمکنت کیلئے ضروری ہے کہ اس کے ماننے والوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق ہو اور ان کو خدا تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہو جو کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کے ساتھ مضبوط تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔**حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔**

’’انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مد ہوتے ہیں۔جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چوٹی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا سٹک کا سہارا لیکر چڑھتا ہے۔اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کیلئے سہارے ہیں۔وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے سہاروں کو روک رکھا ہے، بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔‘‘ (الفضل 11 ستمبر 1937)

کامل اطاعت انسان کو صحابہؓ کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے، کیا وجہ ہے کہ آج کا مسلمان انتشار اور بے چینی کا شکار ہے آج بھی مسلمان ویسے ہی نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ پڑھتے تھے ویسے ہی روزے رکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ رکھتے تھے زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں حج کرتے ہیں تو پھر کیا کمی ہے کہ آج تمام عالمِ اسلام بیچارگی کسمپرسی غربت و افلاس اور ذہنی و فکری پسماندگی کا شکار ہے۔اس کا جواب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں یہی ہے کہ **’’اطاعت کی روح نظام میں ہے‘‘** دورِ نبوی میں جب صحابہ کو کوئی حکم ملتا تھا تو وہ فوراً ادائیگی پہ کمر بستہ ہو جاتے تھے مگر آج اطاعت کی کمی ہے بلکہ بلاشبہ نظام کی کمی ہے کوئی طاقت ایسی نہیں

جوتمام مسلمانوں کوایک پلیٹ فارم پرجمع کرسکے۔ ہرایک نے اپنی علیحدہ مسجد بنائی ہوئی ہے،کوئی بھی دوسرے کو برداشت کرنے کیلئے تیارنہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ فرمودہ 24اپریل 2015میں فرمایا ہے۔

’’نمازروزے سے اُتر کر اخلاق اور دنیاوی ضروریات خواہ کسی انجمن کا قیام ہو یا جلسے کا انعقاد عموماً علماء یہ کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ اسلام کا حصّہ ہے اور اس میں شامل نہ ہونے والا کافر اور مرتد ہے۔اب ہم اسلامی دنیا میں دیکھتے ہیں جب اس کا پھیلاؤ ہوتا ہے تو ہر ایک چیز کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے، پھر کافر اور مرتد سے بڑھ کر جنگیں شروع ہو جاتی ہیں، ہر فرقے کے فتوے ہیں اور پھر یہی وجہ ہے کہ مختلف شدت پسند گروہ اپنے اسلام کو نافذ کرنے کیلئے اپنا ضابطۂ اخلاق یا نام نہاد قانون بنا کر قتل وغارت گری کر رہے ہیں جیسا کہ اس وقت شام میں عراق میں افغانستان اور پاکستان میں مذہب کے نام پر اپنے خود ساختہ قوانین پر خون کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔اور اس طرح اسلام میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔‘‘

اگرچہ مختلف وقتوں میں مختلف تحاریک اُٹھتی رہتی ہیں جن کا مقصد عالمِ اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا ہوتا ہے مگر وہ جلد ہی اپنی موت آپ مرجاتی ہیں کتنی ہی تحریکیں ہیں جو خلافتِ راشدہ کے بعد اُٹھیں جواب صرف تاریخ کا حصّہ ہیں۔کتنی ہی تحریکیں ہمارے سامنے اُٹھیں مگر مسلمانوں کو متحد کرنے میں ناکام رہیں۔کیونکہ ان کی بنیاد وعدۂ خدائی کی بجائے دنیاوی جاہ وحشمت ہوتی ہے۔مطمحِ نظر دنیاوی بادشاہت ہوتی ہے تو خدا کی تقدیر کیسے ان کا ساتھ دے سکتی ہے جن کی بنیاد ہی قرآن وسنت کے برعکس ہوتی ہے۔مثلاً آجکل کی تازہ ترین تحریک داعش کو ہی لے لیجئے۔ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ بظاہر اسلامی نظامِ خلافت کا نعرہ لگانے کے یہ کیسے معرضِ وجود میں آئی۔جون 2014 سے پہلے ’’دولتِ اسلامیہ عراق وشام‘‘یا داعش کا نام ونشان بھی نہیں تھا مگر یکا یک شام کے بحران میں ناکامی کے بعد ایک گروپ ابھرا جس نے اپنی شام میں ناکامی کا بدلہ عراق میں خون خرابہ کر کے اور سینکڑوں معصوم عراقیوں کی جانیں لینے کے بعد شمالی عراق کے چند تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر کے لیا۔ جدید اسلحہ سے لیس اس گروپ کو کچھ مسلمان اور کچھ مسلمان مخالف ممالک کی معاشی اور عسکری آشیر باد حاصل ہے۔شیخ ابوبکر البغدادی جو اس تنظیم کے بانی ورہنما ہیں خود کو امیر المومنین اور اس ریاست کا خلیفہ بتاتے ہیں جس کے نقشے اس تنظیم نے جاری کئے ہیں، جہاں پر قبضہ کر کے مستقبل قریب میں اسلامی نظامِ خلافت جاری کرینگے۔داعش یا ISIS ظاہری طور پر اسلامی احکام کے اجراء پر تاکید کرتا نظر آتا ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک دہشت گرد گروہ ہے جس کے افکار ونظریات مکمل طور پر اسلام مخالف ہیں۔ایک طرف اسلام کے خوبصورت چہرے کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے لا رہے ہیں تو دوسری طرف عالمِ اسلام میں فرقہ وارانہ جنگ بھڑکا رہے ہیں

سوچنے کی بات ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے مسلمانوں کو متحد کرنے کی تمام تر کوششیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں؟ اسلام کے نام پر اُٹھنے والی تحریکیں بجائے خدا تعالیٰ کی محبت وتائید حاصل کرنے کے اس کے قہر کا شکار کیوں بن رہی ہیں؟ مسلمانوں کی ایسی کسمپرسی کی حالت میں قرونِ اولیٰ میں تو خدا تعالیٰ کی محبت جوش میں آجاتی تھی اب نہیں آرہی کیوں؟ **ان سوالوں پر غور کرنے اور سوچنے کے بعد اور قرآن وحدیث کے مطالعہ کے بعد حل یہی نکلتا ہے کہ مسلمان اپنے قول وفعل میں تضاد کے باعث خدا تعالیٰ کی اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں جس کا وعدہ ان سے سورۃ النور کی آیت 56 میں کیا گیا ہے۔ظاہر ہے یہ وعدہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا تھا یعنی آنحضرت ﷺ کی وہ واضح پیشگوئی کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں میرے ہی روپ میں میرا ہی ایک روحانی فرزند مبعوث ہوگا یعنی مسیح موعود اور مہدی موعود جس کے ذریعہ سے دینِ حق کی نشاۃِ ثانیہ مقدر تھی پھر اس کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قیامت تک جاری رہے گی اور مومنین کو متحد رکھنے کی ضامن ہوگی۔**پس آج مسلمانوں کی زبوں حالی اور بدامنی کی وجہ ایک واجب الاطاعت امام اور خلافت جیسی نعمت سے محرومی ہے۔مسیح موعود اور مہدی موعود جن کو اللہ تعالیٰ نے عین وقتِ مقرر پر مبعوث فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا اس کے انکار کی وجہ سے موردِ عذاب الٰہی بن چکے ہیں۔مسلمانوں کے سرکردہ لیڈر اور سربراہ اس بات کا خود اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری ذلت اور رسوائی کا سب سے بڑا سبب ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہمارا کوئی پرسانِ حال نہیں۔اس حقیقت کو ہر مسلمان محسوس کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یک جہتی اتحاد و

اتفاق کا سامان صرف اور صرف نظامِ خلافت میں ہے۔اس نظام کے جاری رکھنے کیلئے کئی تحریکیں ابھرتی رہتی ہیں وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ نظام خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوتا ہے کسی فرد یا ملت کا کام نہیں۔

آج روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا ہے۔ثبوت کے طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ باوجود نامسائد حالات اور وسائل کی کمی کے اور مخالفتوں کے طوفانوں اور مصائب کی آندھیوں کے اسلام کے خوبصورت پیغام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کیلئے جو خدمات سر انجام دے رہی ہے اسکی ایک دنیا شاہد ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

''آخر میں خدام کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کیلئے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اس کیلئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں۔مثلاً شیعوں کو دیکھ لو وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکالتے ہیں تا قوم کو شہادتِ حسین کا دن یاد رہے۔اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن ''خلافت ڈے'' کے طور پر منایا کریں۔اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور اپنی پرانی تاریخ کو دہرایا کریں''۔ (الفضل یکم مئی 1957)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اس عظیم نعمت کی قدر کرنے کی توفیق بخشے اور ہم سب کو خلیفہ وقت کا مقام اور اس کی اہمیت صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے اور حقیقی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہمارے اندر پیدا کرے۔آمین

مغفرت بےحساب ہو جائے
مرحمت لاجواب ہو جائے
قرب رحمت ماب حاصل ہو
وصل عالی جناب ہو جائے
دل کے مالک پکارسن دل کی
ہر دعا مستجاب ہو جائے
بادِ رحمت سے اڑ کے ہر غم و فکر
ایک بھولا سا خواب ہو جائے

(از درّعدن صفحہ 109)

”دین کو دنیا پر مقدم کرنا“

صحابہؓ کے واقعات کی روشنی میں

ثمینہ ظہور مجلس کلوفتہ

”میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گی“۔ یہ جملہ ہم میں سے ہر بڑا چھوٹا بچپن سے سنتا چلا آتا ہے اور لاشعوری طور پر یہ ہمارے ذہنوں پر نقش ہو جاتا ہے۔لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ دین کیا ہے؟ دین ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہو کر زندگی گزارنا اور اپنے ہر قول و فعل سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا۔اسلام جسے خدا نے فطرت انسانی پر بنایا ہے وہ ہمیں زندگی گزارنے کے صحیح طریق سکھاتا ہے۔دینِ اسلام زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتا ہے تو زندگی کو خدا کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق گزارنا ہی اسلام ہے۔اور درحقیقت یہی کامیابی کی طرف لے کر جانے والا راستہ ہے۔

اس لحاظ سے ہمیں ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ کیا ہمارا عمل خدا کو راضی کرنے والا ہے؟ اور کیا ہم خدا کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں؟ یا دنیا کا انتخاب کر کے ہم نے خدا سے اپنے آپ کو خود ہی دُور کر لیا ہے۔

اللہ کے فضل سے اسلام اور جماعت احمدیہ کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں ہمیں صحابہ رسول ﷺ اور آپ کے بعد آنے والے **سابقون الاوّلین** میں ایسے ان گنت نمونے نظر آتے ہیں جو ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔اور اگر ایسے واقعات پڑھ کر ہمارے ایمانوں میں ترقی ہو اور ہم خدا کی طرف جھکتے چلے جائیں تو ہم واقعی اپنے عہدوں کا حق ادا کرنے والے ہونگے۔

اسلام میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی سب سے پہلی اور شاندار مثال حضرت خدیجہؓ کی ملتی ہے جو مکہ کی مالدار تاجر خاتون تھیں۔آپؓ نے اپنا سارا مال اور غلام حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کر دیئے کہ جیسے چاہیں استعمال کریں۔نہ صرف یہ کہ مال و دولت اسلام کی راہ میں قربان کر دی بلکہ آپؓ آنحضور ﷺ کے دین کے کاموں میں مکمل تعاون کرتیں اور دین کی خدمت میں آپ کی معاون و مددگار رہیں۔

آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

”خدا کی قسم! مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائی جب سب لوگوں نے انکار کیا، اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا۔جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔“ (تذکار صحابیات صفحہ 43)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مکہ کے مالدار شخص تھے لیکن قبول اسلام کے بعد ان کی زندگی میں خدا اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی چیز اہمیت نہ رکھتی تھی۔آپ نے اپنے مال سے بہت سے غلاموں کو آزاد کروایا۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا یہ حال تھا کہ قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم کے مالک تھے جو سب کے سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیئے۔غزوہ تبوک کے موقع پر جب تحریک کی گئی تو اپنے گھر کا سارا مال خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔اپنے گھر والوں کی ضروریات اور دنیاوی مال و اسباب کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر کے ایک دائمی مثال قائم کر دی۔آپ کی یہ بے مثال قربانی دیکھتے ہوئے ہی حضرت عمرؓ جو اپنے گھر کا آدھا سامان یہ سوچ کر لائے کہ آج میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا فرماتے تھے کہ میں نے اس روز یہ سوچ لیا کہ یہ بوڑھا مجھے کبھی آگے بڑھنے نہیں دے گا۔ (سیرت صحابہ رسول، صفحہ 64)

حضرت عمرؓ جو مکہ کے نڈر، بہادر اور معزز شخص تھے اور لوگوں پر ان کا بہت رعب اور اثر تھا۔جب اسلام قبول کیا تو اس بات کا بالکل بھی خیال نہ کیا کہ لوگ کیا کہیں گے یا دنیا مجھ پر ہنسے گی۔بلکہ جب نیکی اور ہدایت کی بات سن لی تو پھر کسی بھی چیز کی پرواہ نہ کی اور حق بات کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس راستہ میں آنے

والی کوئی رکاوٹ بھی آپ کو اپنے ایمان میں کمزور نہ کرسکی۔

حضرت عمرؓ جن کے دور میں قیصر و کسریٰ کی حکومتیں پاش پاش ہو گئیں اور مال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے۔ مسلمان خوشحالی کی زندگی گزارنے لگے۔ زمانہ خلافت میں ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے بہت فضل کئے اور بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔ اب تو آپ عمدہ لباس سے پرہیز نہ کریں۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ خدا کی قسم میں تو اپنے آقا و مولا کے نقش قدم اور اسوۂ پر چلوں گا تا مجھے آخرت کی خوشحالی نصیب ہو۔

بیت المقدس جب فتح ہوا تو آپؓ نے وہاں کا سفر اختیار کیا۔ اگرچہ اس وقت اسلامی سلطنت بہت پھیل چکی تھی اور آپؓ اس اسلامی سلطنت کے بادشاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ چاہتے تو شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کے ساتھ وہاں تشریف لے جاتے مگر دین کو دنیا کی ہر آسائش پر ترجیح دینے والے اس مرد خدا کا قافلہ ایک اونٹ اور ایک غلام تھا جس پر آپؓ اور آپؓ کا غلام باری باری بیٹھتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے خدا کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ آپؓ کی دو ازواج جو مشرک تھیں اور دین اسلام کو قبول نہ کرتیں تھیں آپؓ نے دین کی خاطر اُن سے علیحدگی اختیار کرلی۔

ایک موقع پر جب آنحضورﷺ نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے آپﷺ کو بالاخانہ میں ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ بدن پر چٹائی کے نشان تھے۔ انہوں نے بے قرار ہو کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قیصرہ وکسریٰ تو کیسی شان میں اور آرام میں ہیں اور خدا کا رسول جن کے لئے یہ دنیا بنائی گئی ہے اس حال میں چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔۔۔؟ آنحضورﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! یہ دنیا ان لوگوں کو مبارک ہو جو اس کی فکر کرتے ہیں۔ (سیرت صحابہ رسول صفحہ 65)

حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ میں قحط پڑ گیا۔ حضرت عثمانؓ کا تجارتی قافلہ سب سے پہلے مدینہ پہنچا، اونٹوں کی قطاریں غلہ سے لدی ہوئی تھیں۔ مدینہ کے تمام تاجرا کھٹے ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بے شک منہ مانگا منافع لے لیں اور یہ قافلہ ہمیں بیچ دیں۔ دس ہزار درہم کی مالیت پر بارہ ہزار درہم کی پیش کش ہوئی، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ منافع ملتا ہے۔ میں اتنے میں نہیں دے سکتا کسی نے کہا کہ ہم پندرہ ہزار درہم دیتے ہیں یہ غلہ ہمیں بیچ دیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ ملتے ہیں۔ مدینہ کے تاجر حیران تھے۔ انہوں نے کہا ہم سب مدینہ کے باسی ہیں۔ اس سے بڑی بولی آپ کو کس نے دی ہے اور کون ہے جو اس سے زیادہ آپ کو دے رہا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ وہ میرا خدا ہے جو ایک درہم کے مقابلہ میں مجھے دس درہم کی نوید سناتا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اعلان کر دیا کہ میں ان تمام اونٹوں پر لدا ہوا مال مدینے کے غرباء کے لئے وقف کرتا ہوں۔ آپؓ نے کیا خوب تجارت کی کہ دنیاوی منافع سے آخرت کے منافع کو ترجیح دی اور دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ دنیاوی دولت کی بڑی سے بڑی پیشکش بھی اس کے مقابلہ پر حقیر سمجھی۔

جنگ اُحد میں جب یہ مشہور ہو گیا کہ آنحضورﷺ شہید ہو گئے ہیں تو اس وقت ایک صحابی جو کئی دن سے فاقے سے تھے۔ جنگ لڑ کے ہٹے تھے۔ اس وقت فتح کی حالت پیدا ہو چکی تھی۔ ان کے پاس کچھ سوکھی کھجوریں تھیں وہ سوکھی کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ اُس وقت کا کھانا تھا۔ جب یہ بات انہوں نے سنی تو فوراً انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور فوراً جنگ میں کود پڑے اور جا کر شہید ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے اپنے پیٹ کی اور بھوک کی فکر نہیں کی بلکہ ان کھجوروں کو کھانا بھی گناہ سمجھا کیونکہ اس وقت دین یہ تقاضا کر رہا تھا کہ کھجوریں کھانا گناہ ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 7 نومبر 2014)

یہ تو تھے چند واقعات جو صحابہ رسولﷺ کی زندگی سے لئے گئے تھے۔ اب چند واقعات ان صحابہ کے جو آئے تو بعد میں لیکن نمونہ پہلوں جیسا ہی دکھایا اور زندگی کے ہر موڑ پر دین کو دنیا پر مقدم کر کے آج کے زمانے میں ہمارے لئے زندہ مثالیں قائم کیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بے نظیر مثال صاحبزادہ عبدالطیفؓ صاحب شہید کی ہے۔ جو اپنے علاقہ کے بہت بڑے رئیس اور بااثر شخص تھے لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تو ملک کا بادشاہ اور مولوی آپ کے دشمن

ہوگئے وہ آپ کو بار بار کہتے کہ مرزا صاحب کا انکار کر دیں تو ہم آپ کو آپ کی شان و شوکت واپس دے دیں گے مگر دین کی خاطر ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرنے والے اس پیارے کا جواب ہر بار یہ ہوتا کہ جس بات کو میں نے حق سمجھ کر مانا ہے اس سے انکار کیوں کر ممکن ہے۔ آخر بدبختوں نے آپ کو سنگساری کی سزا سنائی اور اس خدا کے فرستادہ نے ہنستے ہوئے دین کی راہ میں اپنی جان قربان کر دی۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب ساری عمر نرینہ اولاد سے محروم رہے۔ محترم مولوی عبد الرحمان صاحب انور روایت کرتے ہیں کہ آپ کو رؤیا کے ذریعے مقدر اولاد کی روحانی حالت کا علم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ نے دعا کی کہ یا اللہ اگر میری اولاد نے دین کی خادم نہیں بننا تو مجھے ایسی اولاد عطا نہ فرما۔ چنانچہ آپ کی دُعا قبول ہوئی۔ اولاد نہ ہونا کسی انسان کے لئے موجب اطمینان نہیں ہو سکتا لیکن آپ نے دین کی خاطر اس فطری جذبہ سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی۔ (سیرت حضرت حافظ روشن علی صاحب صفحہ 14)

محترم سید عبد الحئی شاہ صاحب جن کا تعلق کشمیر سے تھا۔ بڑے ہوئے تو قادیان آ گئے تھے اور قادیان آنے کے بعد پھر وہیں سے جب ہندو پاک کی پارٹیشن ہوئی تو یہ پاکستان آ گئے۔ ان کی والدہ کشمیر میں ہی تھیں۔ اُن سے یہ علیحدہ ہوئے تو پھر چالیس سال کے بعد اُن کو جا کر مل سکے۔ چالیس سال تک یہ اپنی والدہ کو نہیں مل سکے اور یہ جدائی انہوں نے دین کی خاطر برداشت کی۔ (خطبہ جمعہ 23 دسمبر 2011)

مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بے نظیر مثالیں قائم کی ہیں۔

حضرت اُم المومنینؓ حضرت مسیح موعودؑ کی رسالت پر ایمانِ کامل رکھتی تھیں اور آپؑ کی زندگی میں اور بعد میں آنے والی خلفاء کے دور میں ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہتیں۔ آپ اپنی تمام استعدادوں سمیت، اپنی اولاد اور اپنے مال کو دین کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتیں۔ شروع میں جب لنگر خانہ کا اجراء نہیں ہوا تھا تو کھانا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر سے پک کر مہمانوں کے لئے آتا تھا۔ آپ اس کا سارا انتظام اپنے سامنے کرواتیں، کبھی وقت بے وقت مہمان کے آنے پر ذرّہ برابر بھی شکن آپ کے ماتھے پر نہ آتی بلکہ مہمان کے مزاج اور طبیعت کے موافق کھانا بنواتیں۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نے منارۃ المسیح بنانے کی تحریک کی اور آپؑ نے ایک سو ایک خدام سے فرمایا کہ آپ احباب سو سو روپیہ دیں۔ لیکن حضرت اماں جانؓ نے ایک ہزار روپے کا وعدہ لکھوایا اور اپنا دہلی والا گھر بیچ کر یہ رقم ادا کی۔ (سیرت حضرت اماں جان صفحہ 27)

آپؓ نے دین کے مقابلہ پر دنیاوی چیزوں کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دی اور دین کی خدمت کے لئے معمولی سے معمولی خدمت کو بھی حقیر نہ سمجھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک بار کچھ لحاف قابلِ مرمت تھے۔ آپؓ نے صوفی غلام محمد صاحب امرتسری سے فرمایا۔ یہ حضرت اماں جان کو بھجوا دیں۔ یہ سن کر انہیں بہت رنج ہوا کہ حضرت اماں جان سے ایسے کام کروائے جا رہے ہیں۔ ان کی جو بُری سی شکل بنی دیکھی تو حضرت صاحب سمجھ گئے اور فرمایا: ''انہوں نے مجھے کہا ہوا ہے کہ میں ان کو کام بتا دیا کروں۔'' (سیرت حضرت اماں جان صفحہ 26)

حضرت اماں جان نے اپنے ہاتھ سے وہ لحاف مرمت کر کے بھجوا دیے۔ کیسا مبارک وجود تھا جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہ سوچا کہ میں یہ معمولی کام کیوں کروں اس کام کے لئے تو خادمائیں موجود ہیں بلکہ اس اعلیٰ ہستی نے اس ادنیٰ سے کام کو اپنے ہاتھ سے انجام دے کر ہمیں یہ سبق دیا کہ دین کی خدمت کے لئے کوئی بھی کام ادنیٰ نہیں ہوتا۔

صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''ایک مرتبہ بڑی امی (حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ) نے مجھ سے فرمایا آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے فرماتے ہیں ''مبارکہ اپنی لڑکیوں کو احمدیت کی بنیادوں میں دے دو''۔ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ بچیوں کی ایسی تربیت کرو کہ ہر قربانی کر سکیں اور نئی نسل کی بہترین مائیں بن سکیں۔''

چنانچہ صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ اس خواب کے بارے میں تحریر کرتی ہیں دوسرا تاثر جو مجھے ملا وہ یہ تھا کہ ان کی شادیاں کرتے وقت نیک شوہر کو ترجیح دو خواہ وقتی تکلیف سے گزرنا پڑے۔ چنانچہ ہمارے گھر میں آسائشوں سے پلنے والی بچیاں خاندان میں واقفین سے بیاہی گئیں اور انتہائی صبر خوشی اور

وقار سے ان رشتوں کو نبھایا‘‘ (سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ صفحہ 173)

کیسا خوبصورت پیغام ہے ہم سب کے لئے ، کہ بچوں کی شادیوں میں بھی دین کو دنیا پر مقدم رکھیں اور دیندار ساتھی کا انتخاب کریں۔ چاہے بظاہر دنیاوی اعتبار سے ایک واضح فرق نظر آرہا ہو مگر پیمانہ دنیاوی شان وشوکت نہیں بلکہ دینداری ہونا چاہیے کیونکہ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ دین کے راستہ پر چلو دنیا خود بخود پیچھے آجائے گی۔ دین کی خدمت کو اپنے آرام وسکون پر فوقیت دینے کا **ایک واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کی زبانی سنتے ہیں آپؓ اپنی پیاری رفیقہ حیات حضرت سیّدہ مریم بیگم کے بارے میں فرماتے ہیں۔**

’’مریم ایک بہادر دل کی عورت تھیں۔ جب کوئی نازک موقعہ آتا میں یقین کے ساتھ اُن پر اعتبار کرسکتا تھا۔اُن کی نسوانی کمزوری اُس وقت دب جاتی۔ چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ مرجائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی۔ضرورت کے وقت راتوں کو اس میری محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے۔اور تھکان کی شکایت نہیں کی۔اُنہیں صرف اتنا کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے یا سلسلہ کے لئے کوئی خطرہ یا بدنامی ہے اور وہ شیرنی کی طرح لپک کر کھڑی ہوجاتی تھیں اور بھول جاتیں تھیں اپنے آپ کو، بھول جاتیں کھانے پینے کو، بھول جاتیں اپنے بچوں کو۔ بلکہ بھول جاتیں تھیں مجھے بھی۔اور صرف انہیں وہ کام ہی یاد رہ جاتا اور اس کے بعد جب کام ختم ہو جاتا تو وہ ہوتیں اور گرم پانی کی بوتلیں۔ (سیرت اُم طاہر صاحبہ صفحہ 282)

دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے ماؤں نے اپنے جگر گوشے احمدیت کی راہ میں قربان کردیے اور بعض نے تو اپنی اکلوتی اولاد دین کی خاطر راہ خدا میں پیش کر دی۔ سیالکوٹ کے ایک احمدی نوجوان غلام احمد صاحب ابن مستری غلام قادر صاحب جو قادیان کی بستی کی حفاظت کے لئے سیالکوٹ سے گئے تھے۔ان کی والدہ نے ان کے نام خط لکھا۔۔۔۔ وہ لکھتی ہیں بیٹا اگر اسلام اور احمدیت کی حفاظت کے لئے تمہیں لڑنا پڑے تو کبھی پیٹھ نہ دکھانا۔اس سعادت مند خوش قسمت نوجوان نے اپنی بزرگ والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا کہ قادیان میں احمدی عورتوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دی۔ مگر دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہ دکھائی۔ مرنے سے پہلے اس نوجوان نے اپنے ایک دوست کو پاس بلایا اور اپنے آخری پیغام کے طور پر لکھوایا۔۔۔۔ مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اس لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دونگا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور جس مقصد کے لئے جان دینے آیا تھا میں نے اس مقصد کے لئے جان دے دی۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا۔ میری ماں کو کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری نصیحت پوری کردی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔ (محسنات، احمدی خواتین کی سنہری خدمات صفحہ 133)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’جب ہم اللہ کی عبادت کریں گے، اس کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے گا، ہمارے ایمانوں کو اس قدر مضبوط کردے گا کہ ہمیں اپنی ذات، اپنی خواہشات، اپنی اولادیں دین کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں گی۔ تو جب سب کچھ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجائیگا تو ہمارا اپنا کچھ نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ ان کی عزتوں کی بھی حفاظت کرتا ہے، ان کی اولادوں کی بھی حفاظت کرتا ہے ان میں برکت ڈالتا ہے، ان کے مال کو بھی بڑھاتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھتا ہے اور ان کے ہر قسم کے خوف کو دُور کردیتا ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ 29 اگست 2003)

اللہ کرے کہ ہم اور ہماری نسلیں صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں تا ہم بھی خدا کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث بن سکیں۔ آمین ثم آمین

صحت کارنر:

مونگ پھلی کے فائدے

مونگ پھلی ہردلعزیز میوہ ہے۔سردیوں میں کھانے کا اور بھی زیادہ مزہ آتا ہے۔اس کا باقاعدہ استعمال دبلے افراد اور باڈی بلڈنگ کرنے والوں کے لیے انتہائی غذائیت بخش ہے۔اس میں قدرتی طور پر ایسے antioxidants پائے جاتے ہیں جو غذائیت کے اعتبار سے سیب، گاجر اور چقندر سے بھی زیادہ ہوتے ہیں جو کم وزن افراد سمیت باڈی بلڈنگ کرنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔مونگ پھلی میں پایا جانے والا وٹامن ای E کینسر کے خلاف لڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔اور اس کا استعمال خون کے لئے نئے خلیات بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔کینیڈا میں کی جانے والی ایک تحقیق کے ذریعے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ ذیابیطس کے مریض کے لئے مونگ پھلی کا استعمال نہایت مفید ہے۔اس کا باقاعدہ استعمال ذیابیطس کے مریض کے لئے بہت مفید ثابت نتائج مرتب کرسکتا ہے۔مونگ پھلی کا استعمال انسولین استعمال کرنے والے افراد کے خون میں انسولین کی سطح برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔آپ خواہ کتنی مونگ پھلی کھائے اس سے آپ کا وزن نہیں بڑھے گا۔ (مبشرہ بشارت مجلس پرنسدال)

سیب کا جوس کینسر کے علاج میں مفید

چینی ماہرین کی تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں آنت کے کینسر کا شکار ہوکر زندگی کی بازی ہارنے والی خواتین کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔معمول کے مطابق اس مرض کے علاج کے لئے مریض کو کیموتھراپی کے تکلیف دہ عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ماہرین نے اپنی نئی تحقیق میں انکشاف کیا ہے کہ اس موذی مرض میں ادویات اور کیموتھراپی کے بجائے سیب کے جوس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔کینسر کے دیگر مریضوں پر بھی سیب کے جوس کے مثبت اثرات دیکھے گئے ہیں۔

(جہان پاکستان 18 مارچ 2015ء) (روزنامہ الفضل صفحہ 8--23 اپریل 2015ء)

پودینہ کا تیل مختلف امراض میں سودمند

امریکی ماہرین نے کہا ہے کہ پودینہ کا تیل مختلف دردوں سے نجات، قبض اور ڈائیریا نظام ہضم کے لئے مفید ہے۔یہ جسم میں آنتوں اور دیگر عضلات کو آرام پہنچاتا ہے۔قبض میں پودینے کا قہوہ یا پانی بھی فائدہ مند ہے۔پودینہ کا تیل مختلف جلدی امراض مثلاً کیڑے کے کاٹنے سے ہونے والی الرجی، ایگزیما اور چہرے پر سوزش اور سرخ دانوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔علاوہ ازیں یہ منہ کے چھالے ختم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس 13 مارچ 2014ء) (روزنامہ الفضل صفحہ 8---17 اپریل 2014ء)

آڑو کے فائدے

نیویارک کے طبی ماہرین کے مطابق آڑو ایک نہایت صحت بخش پھل ہے اور اس کا استعمال دل کے دورے کو کم کردیتا ہے۔اس کے استعمال سے خون میں چکنائی کی سطح کم جبکہ مدافعتی نظام محفوظ ہوتا ہے۔اور آڑو فولاد سے بھرپور ہونے کے باعث جسم میں خون کی کمی کو دُور کرتا ہے۔

(نوائے وقت 11 اپریل 2014ء) (روزنامہ الفضل صفحہ 8---17 اپریل 2014ء)

اپنے پیارے بھائی ڈاکٹر مہدی علی بشیر الدین قمر کی شہادت پر

مولیٰ کے حضور

(میرا پیارا بھائی ڈاکٹر مہدی علی بشیر الدین قمر جو کہ امریکہ سے ربوہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں وقفِ عارضی کے لئے گیا تھا، 26 مئی 2014ءکو بہشتی مقبرہ کے گیٹ کے سامنے جب کہ وہ دعا کے لئے وہاں جا رہا تھا، شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

عفیفہ نجم مجلس ستونز

تیری راہ میں دے کے نذرانۂ جاں
بلندکی ہیں مہدی نے حق کی صدائیں
باطل کا ہر سُو شور اِک بپا ہے
کر دے بلند تر حق کی صدائیں

ستاروں میں بن کے قمر ہے وہ چمکا
صداقت کی بکھرا دیں ہر سُو ضیائیں
شریروں کی ہر ایک سازش مٹا دے
تیرے پیارے بندے کہیں چین پائیں

بوندوں پہ خوں کی شہیدوں کے صدقے
اللہ کے پیاروں کے قربان جائیں
گلستانِ احمد ثمر بار ہووے
برسا دے رحمت، ردّ کر بلائیں

پیارے ہمارے جو چھِن جائیں ہم سے
صبر و رضا بس تجھ ہی سے پائیں
تُو قادر ہے کوئی تدبیر کردے
کہ رُخ پلٹیں شرّ کی کالی گھٹائیں

سَیل اِک رواں ہے جو درد و اَلم کا
ہیں پُر زور لہریں کہیں کھو نہ جائیں
صداقت کی مشعل جو روشن ہوئی ہے
بجھا نہ سکیں تند مخالف ہوائیں

ظلم اور وحشت عدّو کا ہے شیوہ
بڑھی جا رہی ہیں اس کی جفائیں
باندھا ہے تجھ سے ہی پیماں وفا کا
کبھی کم نہ ہوویں ہماری وفائیں

مُلّائیت کی ناگن ہے رقصاں
ہیں قاتل ارادے تو خونی ادائیں
گناہوں کی ہم تجھ سے مانگیں ہیں بخشش
اے ربّ الوریٰ! معاف کردے خطائیں

ردائے جہالت میں ملفوف دنیا
پڑی سو رہی ہے کیسے جگائیں
تیرے آستانہ پہ سر ہے جھکایا
سُن لے خدایا ہماری دُعائیں

اعمال صالح کی جڑ

بلقیس اختر مجلس تھوئین

اعمال صالح کی جڑ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم میں متعدد بار تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ **آنحضرت ﷺ** کی احادیث میں بھی تقویٰ پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ **تقویٰ کیا ہے؟** تقویٰ ایک ایسے راستے کا نام ہے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جا تا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ''بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔'' (الحجرات:14)

ایک اور جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو ان الفاظ میں نصیحت کرتا ہے:۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرماں بردار ہو۔'' (ال عمران:103)

تقویٰ پر قائم رہنے والے ہی ہمیشہ عزت والی زندگی گزارتے ہیں جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہے۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ **آنحضرت ﷺ** سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے بہت زیادہ عزت والا کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں میں سے جو زیادہ متقی ہے۔'' (حدیقۃ الصالحین: صفحہ:157)

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ **آنحضرت ﷺ** نے ایک بار اُن کو مخاطب کر کے فرمایا! اے ابو ہریرہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کر تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ قناعت اختیار کر تُو سب سے بڑا شکر گزار شمار ہوگا۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے، اس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔ کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مُردہ بنا دیتا ہے۔'' (حدیقۃ الصالحین: صفحہ:159)

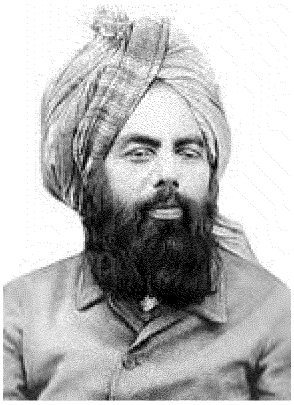

تقویٰ مومن کی ڈھال ہے اور اِس سے نیکیوں میں ترقی کرنے میں مدد ملتی ہے۔ **حضرت مسیح موعودؑ** فرماتے ہیں:۔

''قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کیلئے قوت بخشتا ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتا ہے''۔ (700 احکام خداوندی صفحہ:213)

25 دسمبر 1897ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تقریر بر موقع جلسہ سالانہ کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا: ''اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جائے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔.... ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دُنیا تھے اُن تمام آفات سے نجات پاویں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ:10)

ایک اور جگہ فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شُبہ بھی ہو اس سے بھی کنارہ کرے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ:321)

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے　　　**اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہا ہے**

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کی جڑ نیتوں پر ہوتی ہے اور اس پر میرا ذہن حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اس حدیث کی طرف چلا گیا جس کا آغاز

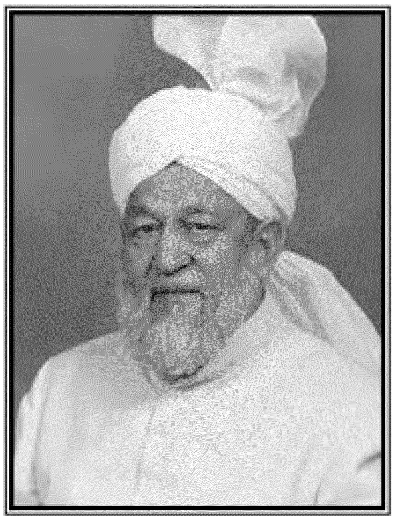

اس طرح ہوتا ہے کہ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ**۔(بخاری کتاب الایمان حدیث:۱) تمام اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے۔ یہ درحقیقت ایک ہی مضمون ہے لیکن طرز بیان مختلف ہے، اظہار مختلف لفظوں میں ہوا ہے لیکن بعینہٖ ایک ہی مضمون ہے جو بیان ہو رہا ہے۔ ہر انسان کے ہر عمل کی جڑ اس کی نیت میں ہوتی ہے پس اگر وہ جڑ تقویٰ ہو تو اس کے اعمال کی تمام تر عمارت خواہ وہ ثریا تک جا پہنچے وہ خدا کے حضور مقبول اور حسین ہوگی۔‘‘

(خطبات طاہر جلد10 صفحہ 646)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں: متقی کے لئے درجِ ذیل باتیں ضروری ہیں:

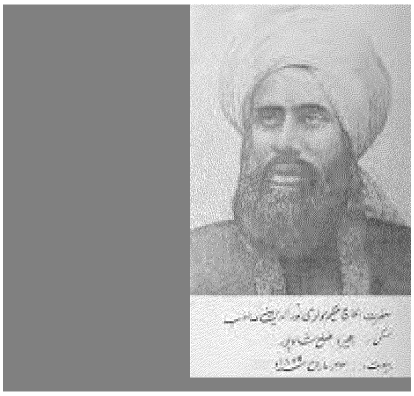

اوّل:۔’’ ہر ایک کام جب کرو، اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، دشمنی میں، دوستی میں، عداوت اور محبت میں مقدمہ ہو یا صلح۔ غرض ہر حالت میں یہ امر خوب ذہن نشین رکھو کہ نہیں معلوم موت کی گھڑی کس وقت آجاوے۔ وہ کون سا وقت ہوگا جب دُنیا سے اُٹھ جائیں گے اور اس وقت ماں، باپ، بیوی، بچے، دوست، یار، کنبے کے بڑے، ہمدردی کا دم بھرنے والے انسان، مال، دولت، غرض کوئی چیز نہ ہوگی جو اس وقت ساتھ دے سکے۔ اس وقت اگر کوئی چیز ساتھ جاسکے گی تو وہ وہی انسان کا عمل ہوگا خواہ اچھا ہو، خواہ برا ہو اور جیسا عمل ہوگا ویسا ہی اس کا پھل ملے گا۔‘‘

دوم:۔’’ متقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان سچا ہو اور اس کے عقائد نیک ہوں اور پھر اس پر اعمال نیک ہوں۔‘‘ (خطبات نور: صفحہ:2)

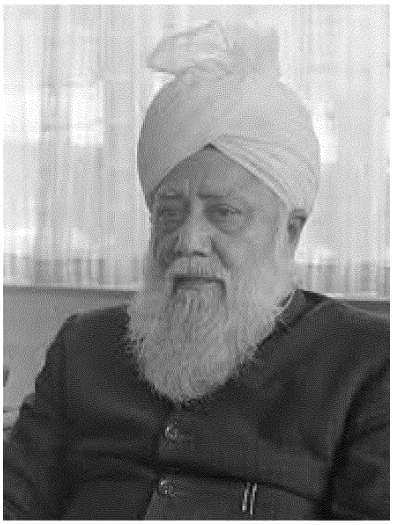

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں: ’’اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی اس رنگ میں حفاظت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لینے والا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو۔ اس کا ’’کرنا‘‘ اور اس کا ’’ترک کرنا‘‘ ہر دو اس بات پر منحصر ہوں کہ آیا اس چیز کے کرنے سے میرا ربّ راضی ہوگا۔ آیا اس چیز کو ترک کر دینے کے نتیجہ میں میں اپنے مولیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے کی محبت حاصل کرلوں گا۔ اگر اس کا علم اس کی فراست اس کو یہ کہے کہ اگر تم نے یہ چیز چھوڑ دی تو تمہارا پیدا کرنے والا تم سے خوش ہو جائے گا۔ اگر تم نے ان باتوں کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا تو وہ اسے کرنے لگ جائے گا یا ترک کر دے گا۔‘‘ (خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ:519)

متقی کی تعریف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متقی وہ ہے کہ ہم خواہ کتنے ہی غیب میں ہوں ہم پر اس کا ایمان کامل رہتا ہے اور پھر اور چیزیں غیب میں ہیں، ان پر ایمان لاتا ہے۔ اس کے دل میں کھوٹ نہیں ہوتا۔ پھر وہ نمازوں کو قائم کرتا ہے یہ تو اپنے خالق سے تعلقات کی نسبت فرمایا۔ دوسرا تعلق مخلوق سے ہے۔ سو اس کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اس کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے۔ جس شخص کے مخلوق سے تعلقات عمدہ نہیں اس کے تعلقات اپنے خالق سے بھی اچھے نہیں رہ سکتے اس لئے قرآن مجید نے دونوں طرفوں کو لیا ہے۔‘‘

(ماخوذ از Alislam.org خطبات محمود۔ جلد۔23.01.1914 to19.01.1915)

ایک واقعہ بیان کرتی ہوں **حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:** ’’کہ حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، جوان

ہوا، جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خداترس کو بھیک مانگتے نہیں دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو در بدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور ان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔''

(ماخوذ از Alislam.org ملفوظات جلد 5 صفحہ 233-235)

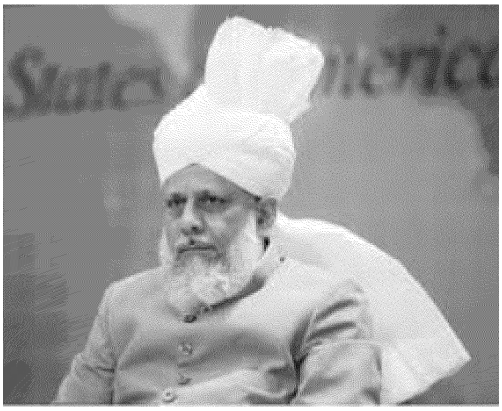

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''تقویٰ پر چلنا اپنے اعمال کی اصلاح کرنا، اپنے ایمان کے معیار کو بلند کرنا، یہ باتیں کوئی معمولی باتیں نہیں ہیں۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو اُس کی توقعات پر پورا اُترنے کے لیے ہمیں پوری طرح سعی و کوشش کرنی چاہئے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو ہمیں انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہر بدی سے ہمیں مکمل طور پر نفرت کا اظہار کرنا چاہئے۔ (خطبہ جمعہ 7.02.14 از مصباح اگست 2014 صفحہ 23)

زندگی کے اہم معاملات میں ایک معاملہ شادی ہے جس سے آگے نسلیں چلتی ہیں اس معاملے میں تقویٰ اختیار کرنا لازمی ہے کیونکہ نکاح کے موقع پر جن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے ان میں پانچ بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ اعمال صالح کی جڑ ہے اگر جڑ ہی کمزور اور تقویٰ سے دُور ہوگی تو سوچیں پھل کیسا ہوگا۔ اور کیسی نسلیں وجود میں آئیں گی۔ سوچنے کا مقام ہے اور لمحہ فکریہ بھی۔

سنو ہے حاصلِ اِسلام تقویٰ   خُدا کا عشق مے اور جام تقویٰ

(از درثمین)

سچائی کی روح:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

رسول کریم ﷺ نے دنیا میں آکر کوئی توپیں اور مشین گنیں ایجاد نہیں کی تھیں، بینک جاری نہیں کیے تھے یا صنعت و حرفت کی مشینیں ایجاد نہیں کی تھیں۔ پھر وہ کیا چیز تھی جو آپ ﷺ نے دنیا کو دی اور جس کی حفاظت آپ ﷺ کے ماننے والوں کے ذمہ تھی۔ وہ سچائی کی روح اور اخلاقِ فاضلہ تھے۔ یہ پہلے مفقود تھی۔ آپ ﷺ نے پہلے اُسے کمایا اور پھر یہ خزانہ دنیا کو دیا۔ اور صحابہ اور ان کی اولادوں اور پھر ان کی اولادوں کے ذمہ یہی کام تھا کہ ان چیزوں کی حفاظت کریں۔ (روزنامہ الفضل 15 جنوری 2014ء)

رشتے داریاں نبھانا

اسلامی اور مشرقی معاشرے کا ایک خوبصورت عمل

نبیلہ رفیق۔ مجلس درامن

رشتے داروں سے حسنِ سلوک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت سے حسین اعمال میں سے ایک حسین عمل ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے کلام میں مختلف انداز سے سمجھایا ہے۔اسلامی اخلاق میں اسے صلہ رحمی کا نام دیا گیا ہے۔

برِّصغیر پاک و ہند کے معاشرے میں جہاں ہمیں بہت سی خامیاں اور خرابیاں نظر آتی ہیں۔جنہیں ہم گاہے بگاہے صورتِ حال کے مطابق دُہرا دُہرا کر اپنے معاشرے اور اپنی تہذیب کو کوستے رہتے ہیں کبھی ان کا مذاق بناتے ہیں تو کبھی ان پر افسوس کرتے ہیں۔اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ اپنی عادات کا مغربی لوگوں کی عادات سے خوب مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔**مگر یقین جانیں ایسا ہرگز نہیں کہ ہمارے ہاں سب کچھ غلط ہی ہوتا تھا۔**اور جنوبی ہند کی مٹی میں صرف غلط اقدار یا محض بھونڈی روایات ہی چلتی تھیں اور جنوبی ہند کے لوگ صرف رشتے داریوں میں ہی اُلجھے ہوئے ہوتے تھے۔ہمارے ہاں رشتوں کی نزاکتوں کو سنبھالنے کے لئے بڑی جدو جہد کی جاتی ہے۔دراصل جسے ہم مشرقی معاشرہ کہتے ہیں۔اس میں ہم اپنی برادری، رشتے داری، روایات اور رواج کے بندھن میں بندھے ہوتے ہیں جہاں ہمیں اپنے اِرد گرد مختلف نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ ایسی نظریں ہوتی ہیں جن کے فائدے اور نقصانات ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے ہیں۔ہمارے خطّے میں بسنے والوں کی عادات وخصائل میں محض مشرقی تہذیب اور تمدّن ہی نہیں کام کرتا بلکہ ہمارے ہر فعل ہماری ہر عادت میں ارادی ہو یا غیر ارادی، چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے ہر صورت میں مذہب کا دخل موجود ہوتا ہے۔۔۔مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں کا متوسط طبقہ تو ہر لحظہ مذہب اور اپنے اردگرد کے ماحول (معاشرہ) کے زیرِ سایہ چلتا ہے۔

ہمارے ہاں رشتوں کی بڑی اہمیت ہے اور رشتے داروں کے بغیر ہمارا پل نہیں گزرتا، اور جہاں اتنا زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہوگا وہاں برتن تو ضرور ٹکرائیں گے۔معمولی، یا غیر معمولی نوعیت کی ناراضگیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔زمین، جائیداد، رشتوں کی آپس کی جوڑ توڑ، وٹّے سٹّے کے مسائل، کاروبار کی سانجھے داری کے اختلافات ہونا عام بات ہے۔

بعض اوقات یہ اختلافات بڑھتے بڑھتے بہت آگے بڑھ جاتے ہیں اتنے کہ آپس میں مکمل بائیکاٹ ہو جاتا ہے۔جب دو خاندانوں میں آپس میں ناراضگی ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے کبھی نہ ملنے کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ایک دوسرے کو مرنے پر اپنا چہرہ بھی نہ دکھانے کے وصیت نامے لکھے جاتے ہیں۔

مگر مجھے یہاں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہو رہی کہ ماسوا گنتی کے سخت دل لوگوں کے جن کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں بنتی ایسے لوگوں کی ہے کہ جونہی ناراض رشتے دار کے گھر میں کوئی بیماری آجائے، کوئی کسی حادثے کے نتیجے میں ہسپتال پہنچ جائے تو سارا غصّہ ساری غیرت جھاگ بن جاتی ہے۔غصے میں کئے ہوئے عہد و پیمان ہوا ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بڑے سب ناراضگی بھول بھال کر بھاگم بھاگ اپنے خون کی محبت میں مریض کا حال پوچھنے چل پڑتے ہیں۔بیمار پرُسی میں تو بات ذرا گھمبیر ہوتی ہے۔مگر شادی بیاہ کے موقعہ پر بھی اسی قسم کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔بظاہر خوشی کی تقریب میں ناراض خاندان کا شامل ہونا محال نظر آرہا ہوتا ہے۔لیکن یہاں بھی خدا خوفی رکھنے والے لوگ صلہ رحمی اور موقعہ کے مطابق عمل کرتے نظر آتے ہیں۔پہلی ذمّہ داری اُس فریق کی ہوتی ہے جس کے گھر میں تقریب ہو رہی ہوتی ہے۔وہ خاندان اپنا فرض سمجھتا ہے کہ کسی طریقے سے مخالف ناراض خاندان کو راضی کر لیا جائے۔بعض اوقات خاندان یا محلے والے بزرگ موقعہ دیکھ کر خود صلح کی پیشکش کرتے ہیں۔ہمارے ہاں یہ بھی رواج ہے کہ بیٹی کی شادی پر تو جتنا بھی اختلاف ہو رشتے دار خود ہی بلائے بغیر شادی سے پہلے جا کر تحائف دے آتے ہیں اور بلاوہ آنے پر بیٹی کو رُخصت کرنے ضرور آتے ہیں اور بیٹے کی شادی پر

توقع رکھی جاتی ہے کہ بیٹے کے گھر والے ضرورانہیں گھر آ کر راضی کریں اُن سے صلح کریں اور بلاوہ دیں اور جونہی بلاوہ آتا ہے ایک دوسرے کو کبھی نہ دیکھنے کی قسمیں کھانے والے رشتے دار آخر سب کچھ بھول بھال کر شادی میں شرکت کرنے چل پڑتے ہیں۔

ہر معاملے کی نوعیت ایک جیسی نہیں ہوتی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فریقین میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔نہ گھر والے کا دل چاہتا ہے ناراض عزیز کو دعوت دے اور نہ ناراض عزیز ہی کی مرضی ہوتی ہے کہ ان پر بلاوے کا بوجھ پڑے اور انہیں جانا پڑے۔مگر خاندانی لوگوں کو اپنے خاندان کا وقار بہت عزیز ہوتا ہے لہٰذا ایسے مواقع پر لوگ اپنے جذبات کو دباتے ہوئے اپنے اوپر جبر کر کے کبھی محض اپنے بچوں کی خوشی کی خاطر اور کبھی دُنیاداری کی خاطر کہ دوسرے عزیز رشتے دار کیا کہیں گے۔اگر ہم شادی میں شریک نہ ہوئے تو جس کو ہماری ناراضگی کا علم نہیں اسے بھی ہو جائے گا اور محض جگ ہنسائی ہوگی اور بچّے کیا اثر لیں گے۔ ایسے مواقع پر مختلف قسم کے مشاہدات دیکھنے میں آتے ہیں مثلاً اگر بڑے ناراض ہیں تو بچے اس ناراضگی سے بالکل دُور ہوتے ہیں دونوں گھروں کے بچے آپس میں معمول کے مطابق ملتے ہیں۔ بلکہ خاندان کے بزرگ بھی رواداری کا اظہار اس انداز سے کرتے ہیں کہ اگر اس چپقلش کو مٹا نہ سکیں تو یہی اظہار کرتے ہیں کہ ان کا دونوں فریقوں سے ایک جیسا تعلق ہے چونکہ ہمارے مذہب اور ہماری معاشرتی اقدار نے ہمیں بزرگوں کا احترام کرنا سکھایا ہے اس لئے دلوں میں میل آنے کے باوجود ایک طرف اگر بزرگ سب کچھ بھلا کر اپنے بڑے پن کا ثبوت دیتے ہیں تو دوسری طرف دیگر خاندان یا محلے والے بھی اُن کو برابر کی عزت دیتے ہیں۔جس سے تقریبات کے مواقع پر بزرگان اور بچے دونوں خاندانوں کو ملانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔اس طرح مکمل صلح کی صورت نکل آتی ہے۔

ہمارے ہاں کے بزرگوں کا تو کام ہی خاندان اور محلے کے نوجوانوں کو معاشرے میں صلح اور صفائی سے رہنے کی تلقین کرنا ہوتا ہے۔ہم نے اپنے بڑوں سے یہی سیکھا ہے کہ بزرگ رحمت بھی ہیں اور نعمت بھی۔ان کے دم سے نوجوان بہت سی خرابیوں سے بچے رہتے ہیں بشرطیکہ نوجوان ان کا احترام کرتے ہوں۔

مختصر یہ کہ ہم مشرقی لوگ جو خاندانوں کے ساتھ مل کر رہنے والے لوگ ہیں۔ان کی زندگی کی گاڑی خاندان سے جُدا ہو کر نہیں چل سکتی اور نہ ہی چلنی چاہئے۔اگر ہم نے اپنے دلوں میں خونی رشتے کی اتنی زیادہ نفرت رکھنا ہے کہ کسی کی غمی خوشی میں بھی شریک نہیں ہوا جا رہا تو پھر میری حقیر رائے میں ہم نے اسلام سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔خدانخواستہ ہمارے خاندانی جھگڑے کون سے عربوں کے زمانہ جاہلیت کی لڑائیوں کی طرح ہیں جو کئی کئی برس پر محیط ہو جائیں۔ چاہے دُنیاداری ہی ہو مگر غمی وخوشی کے موقعہ پر ملنا ایک بہانہ بن جاتا ہے اور بن جانا بھی چاہئے۔

آج کل کے مغربی ماحول میں پلنے والے ہمارے بچے جنہیں ہم ہی یہاں لے کر آئے ہیں۔انہوں نے مغربی معاشرے کو ان ممالک کے باشندوں اور ماحول سے پرکھا ہے۔مگر مشرقی ماحول کو یہ اپنے والدین کے اخلاق اُن کے روّیوں اور اُن کے رشتے داری کے تعلقات سے پرکھیں گے۔ہم بہت خوشی اور فخر سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہاں کے بچے (یعنی ہمارے وہ بچے جو مغرب میں رہ رہے ہیں) بہت سچے ہوتے ہیں ہر بات صاف صاف منہ پر کہہ دیتے ہیں۔اگر یہ سچ ہے تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دن یہ سچائی ہمارے گلے پڑے گی، ہمارے سچے بچے ہمیں یہ کہہ رہے ہونگے کہ آپ نے خود تو فلاں فلاں رشتے دار کے ساتھ ہمیشہ ہی ناراضگی رکھی کبھی اُن کی غمی خوشی میں شریک نہیں ہوئے۔ہم کیوں رشتے داروں سے رشتے داریاں نبھائیں؟ ہم ایک گھر سے ناراض ہونگے ہمارے بچے چار گھروں سے ناراض ہونگے کیونکہ انہوں نے تو رشتے داری کا بھرم رکھنا سیکھا ہی نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور ہمیں حدیث کے اس فرمان کے مطابق جو حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضورﷺ سے سنا ہے کہ ”جو شخص رزق کی فراوانی چاہتا ہے یا خواہش رکھتا ہے کہ اس کی عمر اور ذکرِ خیر زیادہ ہو اُسے صلہ رحمی کا خُلق اختیار کرنا چاہئے۔یعنی اپنے رشتے داروں سے بنا کر رکھنی چاہئے۔“

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 423)

اردو سیکھیں

الفاظ کو جوڑ کر لکھیں:

س ت ا روں ----------- س ی ک ی ھ ی ں ------------- وال دی ن -------------

م خ ت ل ف ----------- ن وج وان وں ------------- م خ ص وص -------------

ع ب ا دت ----------- ب ن دوں ------------- م ض م ون -------------

---

جملے بنائیں:

بلی --

دوست --

موسم --

ہمسائے --

مسجد --

واحد کے جمع لکھیں:

کہانی		جوتا		گیند	
ہمسایہ		چیز		کشتی	
چوڑی		سوار		پنسل	
کھلونا		موج		پرندہ	

اُلٹ معنی والے الفاظ کو لکیر کے ذریعہ ملایئے:

چھوٹا	جواب	چڑھنا	ہلکا
بہادر	تیز	دشمن	یادرکھنا
سفید	بڑا	بڑی	دوست
سوال	کالا	بھاری	اُترنا
آہستہ	ڈرپوک	بھولنا	چھوٹی

آپ دن رات میں پڑھی جانے والی پانچوں نمازوں کے نام ترتیب سے لکھیے۔

1----------------- 2-------------------- 3----------------------

4----------------- 5--------------------

تحریک وقف نو کے متعلق تفصیلی ہدایات

(ڈاکٹر شمیم احمد، انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لنڈن)

جو احباب اپنے بچوں کو تحریک وقفِ نو میں شامل کرنا چاہتے ہوں یا ان کے بچے پہلے سے شامل ہوں ان کی اطلاع اور رہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل تفصیلی ہدایات شائع کی جارہی ہیں۔

(1)...تحریک وقفِ نو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ بچوں کی ولادت سے قبل والدین خود سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں تحریری طور پر وقف کی درخواست بھجوائیں کہ وہ اپنے ہونے والے بچے کو وقف کے لئے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

(2)...بعض احباب اپنے رشتہ داروں، عزیزوں یا دوستوں کے بچوں کے وقف کے متعلق درخواست بھجواتے ہیں کہ وہ فلاں کو وقف کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ ذکر نہیں ہوتا کہ آیا والدین کی بھی خواہش ہے کہ نہیں۔ درست طریق یہ ہے کہ وقف کی درخواست والدین خود بھجوائیں۔ اگر خود خط نہ لکھ سکتے ہوں یعنی ان پڑھ ہوں تو بھی درخواست والدین کی طرف سے ہونی چاہئے۔ زندگی کا وقف کرنا ایک سنجیدہ معاملہ ہے اس لئے کسی اور کی طرف سے درخواست پر کوئی کارروائی نہیں کی جاتی اور یہی جواب دیا جاتا ہے کہ والدین خود لکھیں۔

(3)...بعض والدین سمجھتے ہیں کہ وقف کے لئے مقامی جماعت میں اطلاع کرنا کافی ہے جبکہ وقفِ نو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ والدین خوب سوچ سمجھ کر دعاؤں سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کرنے کے بعد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں خود تحریری طور پر وقف کی درخواست بھجوائیں۔ جو احباب اپنی مقامی جماعتوں میں اندراج کرواتے ہیں اور مرکز کو اطلاع نہیں کرتے ان کے بچوں کو وقفِ نو میں شامل نہیں کیا جاتا۔

(4)...مقامی، ضلعی اور نیشنل سیکرٹریان وقفِ نو کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ بچوں کو اس وقت تک اپنی وقفِ نَو کی فہرست میں شامل نہ کیا کریں جب تک والدین ان کو وکالت وقفِ نو یا شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن کی طرف سے منظوری اور حوالہ نمبر کا خط نہ دیں۔ ہر بچے اور ان کی فیملی کے لئے ایک مخصوص نمبر الاٹ کیا جاتا ہے۔ سیکرٹریان اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ محض اس بات پر بچے وقفِ نو میں شامل نہیں ہوتے کہ والدین نے کبھی خط لکھ دیا تھا اس لئے لازمی ہے کہ بچہ وقف میں شامل ہو گیا ہے۔

(5)...درخواست بھجواتے وقت بعض احباب مکمل کوائف درج نہیں فرماتے اور بعض صورتوں میں پتہ حتیٰ کہ شہر یا ملک کا نام بھی نہیں لکھا ہوتا جس کی وجہ سے ایسے خطوط پر کارروائی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

اگر شہر یا ملک کا نام لکھا ہوا ہو تو جواب بتوسط امیر صاحب یا مشن ہاؤس بھجوایا جاتا ہے جس میں کافی دیر لگ جاتی ہے۔ اس وقت شعبہ وقفِ نو کے پاس بہت سے ایسے خطوط پڑے ہوئے ہیں جن پر کوئی پتہ درج نہ ہونے کی وجہ سے کارروائی نہیں کی جاسکی۔ بعض احباب ایسے بھی ہیں جو چار چار خطوط لکھتے ہیں مگر کسی خط پر بھی پتہ نہیں لکھتے اور ہر خط میں یہ شکایت ضرور لکھتے ہیں کہ انہیں جواب نہیں دیا گیا۔ اس ضمن یہ بھی گزارش ہے کہ لفافہ کے باہر پتہ لکھنے کی بجائے اندر خط پر پتہ تحریر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

(6)...بعض احباب لکھتے ہیں کہ انہیں جواب نہیں ملا یا انہیں حوالہ نمبر وقفِ نو نہیں بھجوایا گیا۔ ایسے احباب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ بعض شہروں اور ملکوں میں ڈاک کی خرابی کی وجہ سے خطوط یہاں نہیں پہنچتے یا یہاں سے بھجوائے ہوئے خطوط انہیں موصول نہیں ہو پاتے۔ بعض احباب کو چار چار دفعہ جواب دیں تب ان تک پہنچ پاتا ہے۔ وقف کا خط لکھنے کے بعد یا فارم بھجوانے کے بعد آپ کا پتہ تبدیل ہو جائے یا ایک ملک سے دوسرے ملک چلے جائیں تو لازمی طور پر شعبہ وقفِ نو کو اطلاع دیں ورنہ جواب آپ کے گزشتہ پتہ پر چلا جائے گا اور آپ کو نہیں ملے گا۔

ربوہ کے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے دفاتر یا بیوت الحمد کا پتہ لکھنے کی بجائے گھر کا پتہ درج فرمایا کریں تا کہ انہیں براہ راست گھر کے پتہ پر جواب بھجوایا جاسکے۔ بعض عہدیداران صرف اپنا عہدہ لکھنا کافی سمجھتے ہیں اور اکثر مربیان اپنا پتہ لکھنے کی بجائے صرف مربی سلسلہ لکھ دیتے ہیں جو کافی نہیں۔ ایسے خطوط پر کارروائی ممکن نہیں۔

(7)...وقف کی درخواست کے ساتھ مندرجہ ذیل کوائف ضرور بھجوائے جائیں:

(ا).....بچہ/ بچی کے والد کا نام

(ب)...بچہ/ بچی کی والدہ کا نام

(پ)...بچہ/ بچی کے دادا کا نام

(ت)...گھر کا مکمل پتہ بمعہ ملک کا نام جس پر جواب بھجوایا جاسکے۔

(ج)…خط میں اپنے گھر کا ٹیلیفون نمبر یا موبائل ٹیلیفون نمبر ضرور درج کریں۔ پاکستان کے جو احباب اپنا ٹیلیفون نمبر درج کرتے ہیں انہیں شعبہ وقفِ نو کی طرف سے فون کر دیا جاتا ہے کہ ان کا خط موصول ہو گیا ہے اور کب تک انہیں کاغذات مل جائیں گے۔

بہت کم والدین ہیں جو خط پر تاریخ درج کرتے ہیں جس سے پتہ نہیں چلتا کہ کب فیکس کیا تھا یا خط لکھا تھا۔ اس لئے درخواست ہے کہ لازمی طور پر خط لکھنے کی تاریخ ضرور درج کی جائے۔

یہ بھی درخواست ہے کہ ناموں کو احتیاط سے لکھا جانا چاہئے اور ہمیشہ ایک طرح نام لکھنا چاہئے کیونکہ کمپیوٹر بدلتے ہوئے ناموں میں فرق نہیں کر سکتا جس سے غلطی اور تکرار کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کا نام عبد الماجد طاہر ہے تو اسے صرف ماجد یا طاہر نہیں لکھنا چاہئے۔ یورپ میں رہنے والوں کی خدمت میں خاص طور درخواست ہے کہ اپنا نام بہت احتیاط سے لکھا کریں اور ویسے لکھا کریں جس طرح پاکستان میں لکھا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کا نام چوہدری رشید احمد آصف ہے تو اسے آصف چوہدری احمد رشید نہیں لکھنا چاہئے۔

(8)…جو احباب اپنے خطوط اپنی مقامی جماعتوں میں جمع کروا دیتے ہیں یا بتوسط پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ بھجواتے ہیں انہیں نوٹ کر لینا چاہئے کہ ان کے خطوط لندن دستی ڈاک سے آتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے خطوط بہت تاخیر (کم از کم 6 ماہ کی تاخیر) سے شعبہ وقفِ نو کو موصول ہوتے ہیں ان کے جواب میں اسی نسبت سے تاخیر ہوتی ہے اور پھر یہ بات شکایات کا موجب بنتی ہے۔ درخواست ہے کہ وقفِ نو کے بارہ میں لکھے ہوئے خطوط مقامی جماعتوں میں جمع نہ کرائے جائیں اور نہ ہی ربوہ کے پتہ پر خط ارسال کئے جائیں۔

پاکستان کے احباب کو یہ بات لازمی طور پر نوٹ کرنی چاہئے کہ پاکستان کی ڈاک بعض مجبوریوں کی بناء پر براہ راست پوسٹ نہیں کی جا سکتی۔ سارے پاکستان کی ڈاک مقامی سیکرٹریان کے توسط سے تقسیم کی جاتی ہے جس میں بعض جماعتوں میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ اپنی مقامی جماعت کے مرکز سے یا سیکرٹری وقفِ نو سے رابطہ رکھیں۔ بعض والدین اپنی مقامی جماعتوں سے پتہ کرنے کی بجائے لندن شکایت کا خط لکھ دیتے ہیں اس لئے لازمی ہے کہ پہلے اپنی مقامی جماعت سے رابطہ کریں۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر انچارج شعبہ وقفِ نو لندن سے رابطہ کیا جائے۔

(9)…بعض احباب فیکس کے ذریعہ وقفِ نو کے فارم بھجوائے جانے کی درخواست کرتے ہیں اور فیکس نمبر درج نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اپنا پتہ درج فرماتے ہیں۔ ایسے احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ پتہ درج نہ ہونے کی وجہ سے ایسے خطوط پر کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

جو احباب فیکس کے ذریعہ وقف کی درخواست بھجواتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ مضمون کے چاروں طرف کم از کم ایک انچ کا حاشیہ ضرور چھوڑا کریں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو احتمال ہے کہ فیکس میں پتہ پرنٹ ہونے سے رہ جائے۔ پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دیا جا سکتا۔

(10)…بعض احباب وقف کا خط لکھتے وقت اسی خط میں بہت سی اور باتیں درج کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا خط مختلف شعبوں سے ہوتا ہوا بہت دیر کے بعد شعبہ وقفِ نو کو موصول ہوتا ہے۔ وقف کی درخواست مختصر لکھیں تو بہتر ہے اور اگر جواب جلدی چاہتے ہوں تو وقف کی درخواست میں دیگر امور کا ذکر نہ کیا کریں۔

(11) شعبہ وقفِ نو کی طرف سے جو حوالہ نمبر بھجوایا جاتا ہے اسے سنبھال کر رکھا جانا چاہئے ایک فائل بنا کر محفوظ کیا جانا چاہئے۔ بعض احباب حوالہ نمبر وقفِ نو کے لئے صرف یہ لکھ دیتے ہیں کہ ان کے یا فلاں عزیز کے بچے کا حوالہ نمبر بھجوا دیا جائے مگر کسی قسم کے کوائف درج نہیں کرتے۔ بغیر معین کوائف کے ہزارہا بچوں میں سے ملتے جلتے ناموں کی وجہ سے حوالہ نمبر بھجوانا ممکن نہیں۔ اس لئے انہیں لکھنا پڑتا ہے کہ کوائف مکمل کریں تاکہ حوالہ نمبر تلاش کیا جا سکے جس سے خط و کتابت کام بڑھ جاتا ہے اور تاخیر بھی ہوتی ہے۔

حوالہ نمبر کے حصول کے ضمن میں یہ بھی درخواست ہے کہ حوالہ نمبر کے لئے براہ راست اور صرف انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن کو لکھا جائے کیونکہ حوالہ نمبر وقفِ نو لندن سے جاری کیا جاتا ہے۔ بعض احباب امراء، مربیان یا دیگر دفاتر سے رابطہ کرتے ہیں۔ حوالہ نمبر کے لئے مکمل تفصیلی کوائف کے ساتھ انچارج شعبہ وقفِ نو کو لکھا جانا چاہئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوالہ نمبر پہلے سے ہی بھجوایا جا چکا ہو۔

جو والدین لندن سے ارسال کردہ فارم واپس نہیں بھجواتے انہیں یاد دہانی کا فارم بھجوایا جاتا ہے اگر وہ فارم بھی واپس نہ آئے اور بچے کی عمر بڑی ہو چکی ہو تو اس وقت بچوں کو وقفِ نو میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی نوٹ کر لیا جانا چاہئے کہ محض خط و کتابت کی بنیاد پر بچوں کو وقفِ نو میں شامل نہیں کیا جاتا۔ شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ فارم واپس بھجوایا جائے تاکہ حوالہ نمبر الاٹ کیا جائے جس کے بعد بچے وقف میں شمار ہو سکتے ہیں۔

(12)…وقفِ نو میں منظوری کے بعد والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی مقامی جماعت کے سیکرٹری وقفِ نو سے رابطہ کر کے انہیں اپنے کوائف سے آگاہ کر کے وقفِ نو کے پروگراموں میں شمولیت اختیار کریں۔

(13)…وقفِ نو کے ضمن میں بہت سا لٹریچر نصاب وقفِ نو، خطبات وقفِ نو، اُردو کے قاعدہ جات وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنی مقامی جماعت یا مرکزی جماعت سے حاصل کر کے ان کا مطالعہ کریں اور جو ہدایات ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ یہ کتب اپنی مقامی جماعت کے سیکرٹری وقفِ نو سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ نیشنل سیکرٹریان یہ کتب اپنے ملکی نظام کے تحت ایڈیشنل وکالت اشاعت (ترسیل) لنڈن کے توسط سے منگوا سکتے ہیں۔

(14)... پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں نہائت ضروری ہے کہ شعبہ وقف نو مرکزیہ لندن کو اپنے نئے پتہ سے آگاہ کیا جائے۔ بعض احباب کئی کئی سال تک اپنے پتہ کی تبدیلی سے آگاہ نہیں کرتے۔ اگر وقف نو کا فارم پُر کرنے کے بعد سے آپ کا پتہ تبدیل ہو گیا ہے اور آپ نے ابھی تک اطلاع نہیں کی تو درخواست ہے کہ فوری طور پر شعبہ ہذا کو اپنے نئے پتہ کی اطلاع دیں اور خط وکتابت کرتے وقت وقف نو کا حوالہ نمبر ضرور درج کیا کریں۔ شعبہ وقف نو کا پتہ مندرجہ ذیل ہے:

Waqf-e-Nou Department (Central)
16 Gressen Hall Road, LONDON
SW18 5QL U.K.

(15) وقف نو کی درخواستیں براہ راست شعبہ وقف نو مرکزیہ لندن کی فیکس پر بھی بھجوائی جا سکتی ہیں۔ دفتر کا فیکس نمبر درجِ ذیل ہے 44-208544-7643۔ اس کے علاوہ دفتر ھذا سے ٹیلیفون کے ذریعہ بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ دفتر کا ٹیلیفون 44-208544-7633 ہے اور دفتری اوقات لندن کے وقت کے مطابق صبح 10 بجے تا شام 7 بجے تک ہیں۔

اس کے علاوہ فوری رابطہ ای میل کے ذریعہ بھی ممکن ہے مگر صرف فوری کاموں کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے نیز یہ بھی درخواست ہے کہ اس ای میل پر صرف وقفِ نو کے متعلقہ امور کے لئے رابطہ کیا جائے۔ آپ کی ای میل موصول ہونے کے بعد اسی وقت شعبہ وقفِ نو کی طرف سے رسیدگی کی اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کی ای میل موصول ہوگئی ہے نیز اس کے ساتھ دیگر ہدایات بھی درج ہوتی ہیں جنہیں پڑھ لینا چاہئے۔

شعبہ وقف نو مرکزیہ لندن کا ای میل ایڈریس مندرجہ ذیل ہے: waqfenoulondon@hotmail.co.uk.

بقیہ صفحہ 29

بقیہ صفحہ 29

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ تم پوری توجہ سے قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو تو یہ بھی تمہارا علم بڑھانے کے لئے ایک جہاد ہے۔ تو صرف تلوار چلانا جہاد نہیں ہے۔ اس کو مسلمانوں نے غلط لے لیا ہے۔ یا مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اور ویسے آجکل کے عمل تو مسلمانوں کے یہی ہیں۔ اس لئے میں نے اس پر کافی سارے لیکچر دئے ہوئے ہیں۔ تم ابھی اتنے بڑے ہوگئے ہو۔ سولہ سترہ سال کے ہو تو میرے لیکچر پڑھ لو تمہیں سمجھ آجائے گی۔

☆۔ایک واقف نو نے سوال کیا کہ ہم کو فیس بک (facebook) استعمال کرنے سے کیوں منع کر دیا گیا ہے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: کوئی حرام نہیں قرار دیا گیا۔ بند اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت ساری برائیاں سامنے آجاتی ہیں۔ تم لوگ ابھی بچے ہو چھوٹے ہو تم لوگوں کو پتا ہی نہیں لگتا کہ دوسرے لوگ تمہیں آہستہ آہستہ trap کر لیتے ہیں۔ اب جب تک تمہارا علم پورا نہ ہو جب تک تمہاری سوچ mature نہ ہو اس وقت تک تم استعمال نہ کرو۔ جماعت احمدیہ کا جو alislam.org ہے۔ اس میں فیس بک بھی ہے۔ ہمارے پریس والوں نے ایک فیس بک بنائی ہوئی ہے۔ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ پرسنل فیس بک سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو پورا علم نہیں ہے بعض دفعہ تم لوگ غلط ہاتھوں میں ٹریپ ہو جاتے ہو۔ اب دنیا میں بہت سارے فیس بک اکاؤنٹ ہیں۔ دنیا کو بھی realize ہو رہا ہے ان کو اب سمجھ آرہی ہے کہ فیس بک میں بعض دفعہ برائیاں زیادہ ہیں اس لئے امریکہ میں ہی گزشتہ دنوں میں قریباً کوئی چھ لاکھ اکاؤنٹس بند کر دیئے ہیں یہ کہہ کے کہ ہمیں فیس بک نے نقصان پہنچایا ہے۔ اگر ان لوگوں کو سمجھ آگئی ہے جو دنیا دار ہیں تو ہم دینداروں کو زیادہ جلدی سمجھ آنی چاہئے۔ ہاں اگر تمہیں تبلیغ کے لئے کرنا ہے تو alislam والی فیس بک استعمال کر لو۔

(ماخذ۔ الفضل انٹرنیشنل، 11 جولائی 2014ء)

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ جرمنی 2014ء میں واقفین نو کے سوالات کے جوابات اور ان کے لئے اہم ھدایات

(مبشرہ مبارکہ حامد)

☆۔ایک واقفہ نے سوال کیا کہ **حضور پُرنور اپنی تقاریر خود لکھتے ہیں یا کسی سے لکھواتے ہیں؟**

اس کے جواب میں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** میں اپنی تقاریر خود لکھتا ہوں تیار کرتا ہوں اور کسی دوسرے کو اس کا علم تک بھی نہیں ہوتا۔ میں تو آخری وقت میں مضمون لکھ کے لے جا رہا ہوتا ہوں۔ یا میں صرف نوٹس لے کے جاتا ہوں اور وہیں تقریر کے دوران ہی مضمون بنتا ہے۔ اور میرے نوٹس میرے علاوہ کوئی پڑھ بھی نہیں سکتا۔ کوئی دوسرا تو تقریر لکھ کے مجھے دے ہی نہیں سکتا۔ سوائے اس کے کہ میں جو بعض کتابوں کے حوالے ہوتے ہیں وہ میں نکال کے دیتا ہوں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہ یہ حوالے کتاب میں سے پرنٹ کر کے مجھے دے دو۔ بلکہ بعض دفعہ میں پرنٹ بھی نہیں کرواتا وہ کتابوں کے حوالے بھی اپنے ہاتھ سے خود ہی لکھ لیتا ہوں۔

☆۔ایک واقف نے سوال کیا کہ **جو لوگ رمضان میں اعتکاف بیٹھتے ہیں، وہ کیوں بیٹھتے ہیں،** ویسے تو دوسرے لوگ بھی قرآن پڑھتے ہیں اور مکمل کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اعتکاف بیٹھنا ضروری تو نہیں ہوتا۔ تمہاری مرضی ہے بیٹھو نہ بیٹھو۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ سنت تھی۔ آپ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور اعتکاف بیٹھنے والا پھر دس دن کے لئے دنیا سے اس لحاظ سے علیحدہ ہو جاتا ہے کہ گھر کاروبار کی کوئی فکر نہیں رہتی، اعتکاف اس لئے بیٹھتے ہیں تاکہ ان ایام میں صبح سے لے کر شام تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ دوسرے لوگ جو روزے رکھتے ہیں تو وہ ساتھ ساتھ اپنے کام بھی کرتے ہیں۔ روزہ رکھ کے دفتر بھی چلے جاتے ہیں۔ شام تک چار بجے تک دفتر رہتے ہیں، وقت ملے تو شام کو آکے آدھا رکوع ایک رکوع یا ایک سپارہ یا آدھا سپارہ تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لیتے ہیں، نمازیں کام کی وجہ سے مختصر کر کے پڑھتے ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھنے والا جو نوافل کے وقت ہیں ان میں نفل بھی پڑھ سکتا ہے۔ ظہر سے پہلے تک۔ اور ظہر کے بعد، پھر مغرب کے بعد، عشاء کے بعد نوافل پڑھ سکتے ہیں۔ پھر قرآن کریم پڑھ سکتا ہے۔ حدیث پڑھ سکتا ہے۔ دین کا علم بڑھا سکتا ہے۔ دعائیں کر سکتا ہے۔ مکمل چوبیس گھنٹے اس کے پاس ہیں۔ اس کی توجہ ان دس دنوں میں روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر رہتی ہے اور یہ ایک زائد کام ہے جو وہ کر رہا ہوتا ہے اور وہ جو لوگ afford کر سکتے ہیں وہ اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں بشرطیکہ مسجد میں بیٹھنے کی گنجائش بھی ہو۔ پس یہ سنت ہے آنحضرت ﷺ کی اور اس سنت کی پیروی میں لوگ بیٹھتے ہیں۔

☆۔**ایک واقف نو نے سوال کیا کہ جہاد سے کیا مراد ہے؟** حضور انور کے دریافت فرمانے پر بچے نے بتایا کہ مجھے بس اتنا پتا ہے کہ غلط چیز ہے۔

اس پر **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** کہ پہلی بات یہ بتادوں کہ جہاد یا جنگ جب بھی مسلمانوں نے کی ہے تو مسلمانوں نے کبھی پہل نہیں کی۔ ہمیشہ ان پر حملہ ہوا یا ان کو تنگ کیا گیا تو مسلمانوں نے جواب دیا۔ ایک جہاد سے، جنگ سے واپس آرہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آرہے ہیں۔ اور بڑا جہاد یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو۔ یعنی اپنے دل کی جو برائیاں ہیں ان کو دور کرو یہ بھی جہاد ہے۔ تبلیغ اسلام کرو یہ بھی جہاد ہے۔ قرآن کریم کے ذریعہ سے تبلیغ کرنا یہ بھی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے قرآن کریم کے ذریعہ سے پیغام پہنچانا یہ بھی جہاد ہے۔ جہاد کوشش کرنے کو کہتے ہیں۔ کوئی بھی کوشش کسی کام کے کرنے کے لئے جو تم کرتے ہو وہ جہاد ہے۔ اور اگر تم اپنے نیک کام کرنے کے لئے کوشش کرتے ہو تو تم جہاد کر رہے ہو۔ تمہارے اندر کوئی برائیاں ہیں تو ان کو دور کرنے کے لئے تم کوشش کرو تو یہ بھی تمہارا جہاد ہے۔ اگر تم تبلیغ کرتے ہو اور یہاں جرمنوں کو لٹریچر پمفلٹ تقسیم کرتے ہو تو یہ بھی جہاد ہے۔ ---------

بقیہ:___صفحہ 28 پر ----

پکوان:

گارلیک نان

اشیاء:

میدہ...آدھا کلو دہی...آدھا کپ انڈا...ایک عدد مکھن...50 گرام

تازہ خمیر ... 15 گرام لہسن ...کٹا ہوا نیم گرم پانی... ایک کپ

نمک ....ایک چائے کا چمچ یا حسبِ ذائقہ تِل، دہی اور سبز دھنیا...حسبِ ضرورت

ترکیب:

1. مکھن کو پگھلا کر ٹھنڈا ہونے دیں۔ایک باؤل میں ایک کپ نیم گرم پانی ڈال کر خمیر کو مکس کریں۔
2 . پگھلا ہوا مکھن، انڈا، نمک، دہی اور خمیر والے پانی کو مکس کریں اور میدہ ڈال کر آٹے کی طرح گوند لیں ۔
3 . ڈھک کر ایک سے ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک بار پھر گوند کر پیڑے بنا لیں ۔دہی اور تل مکس کر لیں ۔
4 . الیکٹرک تندور ہو تو بہتر ہے ۔نان کو تھوڑا سا بیلنے کے بعد دھنیا اور لہسن لگا کر بیلیں ۔
5 . تندور گرم ہونے کے بعد نان اُوپر کے حصے پر ڈال کر برش سے دہی اور تل لگائیں۔
6 . نان کا رنگ تبدیل ہو جائے یعنی ہلکا سا پک جائے تو اندر کے حصے میں رکھ کر تندور بند کر دیں ۔
7.مناسب وقت پکنے کے لیے دیں اور نکال کر پسند ہو تو مکھن لگائیں اور پیش کریں۔ (رعنا گل مجلس ہولملیا)

نان خطائی

اشیاء: میدہ:دو کپ بیسن: آدھا چائے کا چمچ سوجی: آدھا چائے کا چمچ

چینی: پونا کپ کوکنگ آئل: ایک کپ سبز الائچی: آٹھ سے دس عدد

بیکنگ پوڈر: دو چائے کے چمچ

ترکیب: چینی کو پیس لیں۔ایک بڑے پیالے میں تیل اور پسی ہوئی چینی کو مکیچر سے مکس کریں۔

اب اس میں میدہ، بیسن، سوجی، سبز الائچی پسی ہوئی اور اور بیکنگ پوڈر ڈال کر اچھی طرح ان سب چیزوں کو مکس کریں۔نان خطائی کا مکیچر تیار ہے۔اب اس کو چار سے پانچ گھنٹے تک ڈھانک کر رکھ دیں۔اس کے چھوٹے چھوٹے گول پیڑے بنا کر دونوں ہتھیلیوں سے ہلکا سا دبا کر تیل لگی اوون کی ٹرے میں رکھتی جائیں۔بہت ساری خطائیاں بن جائیں گی۔اب ان خطائیوں کو پندرہ سے بیس منٹ تک اسی طرح پڑا رہنے دیں۔اوون کو 200 درجے سینٹی گریڈ پر گرم کریں اور ٹرے کو اوون میں رکھ دیں اور اوون کو 180 درجے سینٹی گریڈ پر کر دیں اور دس منٹ تک پکائیں۔پھر ان خطائیوں کو پلٹ کر مزید پانچ منٹ پکائیں۔پندرہ منٹ میں نان خطائیاں تیار ہیں۔ٹرے کو اوون سے باہر نکال لیں اور ٹھنڈا ہونے دیں۔ٹھنڈا ہونے کے بعد خطائیوں کو ہوا بند برتن میں رکھ لیں۔

(نصرت بن عقیل مجلس تھوئین)

دُعائیہ اعلانات::

☆۔محترمہ امتہ الرؤوف مبارک اپنی پوتی مشعل طارق کی پیدائش پر اسکے صحت مند، نیک، خادم دین، ماں باپ اور خاندان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی عاجزانہ دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ نازیہ بشارت اپنی مختلف عوارض میں کامل شفایابی، بچوں کی دینی و دنیوی کامیابیوں اوران کے نیک جیون ساتھی کے ملنے نیز اپنے وقف نو بیٹے عدیل احمد کے جامعہ میں داخلہ کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ امتہ الرؤوف اپنی بیٹی سیدہ سائرہ کی شادی پر اس کی دائمی خوشیوں، ہمیشہ خوش وآباد رہنے اور دونوں خاندانوں کے لئے خوشیوں کا باعث ہونے نیز اپنے بیٹے سید منصور شاہ جو آسٹریلیا سے بیچلر اعلیٰ نمبروں میں پاس کر کے آیا ہے۔اس کی یہ کامیابی جماعت کے لئے قابل فخر ہونے اوراس کے اپنے لئے مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ فہمیدہ مسعود اپنے شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی اور خادم دین بننے کیلے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔اور نیز اپنے بیٹے ہادی کی صحت اور پڑھائی میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ عصمت نصر اپنے بیٹوں کی صحت وسلامتی، خادم دین ہونے اوراپنے شوہر کی پڑھائی میں کامیابی نیز اپنے سسر کی صحت وسلامتی کے لیے درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ صائمہ بشارت اپنی اوراپنے خاوند کی صحت اور لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ ثمینہ ظہور اپنے شوہر اور بچوں کی صحت والی لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ مدیحہ محمود اپنے بیٹوں کی صحت وسلامتی، خادم دین ہونے کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ طیبہ رضوان اپنے شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ شمائلہ ڈار اپنے شوہر اور بچوں کی صحت اور امتحانات میں کامیابی کے لیے نیز اپنے والدین کی صحت کیلے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ ماہ منیر اپنے فیملی کی صحت وسلامتی اوراپنے امتحانات میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ ناصرہ فاتح اپنی فیملی کی صحت والی لمبی زندگی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔اور خاص طور پر اپنے میاں کی صحت اور درازی عمر کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ شمسہ خالد اپنے شوہر اور بچوں کی صحت وسلامتی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ نوشابہ چوہدری اپنی فیملی کی صحت اوراپنے بچوں کی امتحانات میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ راحت عزیز اپنے شوہر اور بچوں کی صحت اور خادم دین ہونے اوراپنی والدہ کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔محترمہ عابدہ محمود اپنی فیملی کی صحت وسلامتی اور بچوں کی امتحانات میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔آنسہ حدیقہ مقدس اپنی پڑھائی اور صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔آنسہ آمنہ محمود اپنے امتحانات میں کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆۔آنسہ صوفیہ محمود اپنے امتحانات میں کامیابی اوراپنی صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ امتہ القیوم اپنے بیٹے نبیل کے قرآنِ پاک کا دور ختم کرنے اور دس سال کے ہونے پر اس کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں اللہ تعالیٰ اسے نیک اور خادمِ دین بنائے ۔آمین۔

☆ ۔محترمہ امتہ الطیف انور صاحبہ اپنی تمام بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہیں جنھوں نے ان کی والدہ کی بیماری میں ان کو دعاؤں میں یاد رکھا اللہ تعالیٰ ان کو بہتر اجر دے ۔آمین ان کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے مزید دعاؤں کی درخواست ہے نیز وہ اپنے بچوں کے لیے بھی دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں پریشانیوں اور آزمائشوں سے بچائے اور خدمتِ دین کی توفیق عطا کرے (آمین ثم آمین)

☆ ۔محترمہ قیصرہ خواجہ اپنی بیٹی امتہ السلام کی شادی کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں نیز باقی بچوں کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔عزیزہ امتہ السلام کا نکاح مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے پڑھایا۔اور حضور انور نے از رہِ شفقت دعا فرمائی۔

☆ ۔محترمہ ڈاکٹر ہالہ اپنی فیملی کی صحت اور دین و دنیا میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ لبنٰی اُفتاب اپنی فیملی کی صحت اور درازی عمر کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ ۔آنسہ عیشاء ڈار اپنی صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔آنسہ ہانیہ مقدس اپنی صحت اور پڑھائی کے لیے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ منصورہ نصیر اپنے خاوند کی صحت و سلامتی والی فعال لمبی زندگی کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ سعیدہ نعیم صاحبہ اپنے بچوں کی امتحان میں اعلیٰ نمبروں میں کامیابی کے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ فریدہ قدیر علاج کے بعد کی پیچیدگیوں سے محفوظ رہنے اور کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ بلقیس اختر اپنے شوہر کی صحت وسلامتی والی زندگی اور بچوں کے امتحانات میں کامیابی کے لئے درخواستِ دعا کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ شمع راحیلہ اپنے شوہر کی صحت وسلامتی والی زندگی، اپنی صحت اور بچوں کی دینی و دنیوی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ ۔محترمہ لبنٰی کریم اپنی پیاری بیٹی مدیحہ کی شادی پر دلی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انکے اچھے نصیب اور بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

دعائے من

خدائے منؑ خدائے منؑ دوائے منؑ شفائے من — قبائے منؑ رِدائے منؑ رجائے منؑ ضیائے من
قبول کُن دعائے منؑ دعائے منؑ ندائے من — نِدائے منؑ نوائے من ؑنوائے منؑ صدائے من

مَیں بندہ ہوں ترا غریب۔تُو ہے مرا خدا عجیب — میں دُور ہوں تو ہے قریب۔میں مانگتا ہوں اے مجیب
تُو ہی دوا، تُو ہی طبیب، تُو ہی محبّ، تُو ہی حبیب — خدائے منؑ خدائے منؑ قبول کن دُعائے من

(از بخارِ دل صفحہ 77)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم   وَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

نصاب اجتماع لجنہ اماء اللہ ناروے 2015ء

لجنہ معیار اوّل

(پاکستان سے آنے والی اور یورپ میں پلنے والی 25 سال سے بڑی لجنہ)

مقابلہ حسن قرأت سورۃ التوبہ آیات 2,3,4

مقابلہ تقریر (وقت 4 منٹ)

☆ درود شریف کی اہمیت و برکات

☆ حضرت اُمّ طاہر

☆ عفت جو شرط دیں ہے تقویٰ میں ساری ہے

☆ شریک حیات کا انتخاب اسلامی تعلیم کی روشنی میں

☆ عملی اصلاح کی راہ میں حائل اسباب اور ان کو دُور کرنا

مقابلہ نظم شعر دُہرانے کی اجازت ہے۔ وقت ڈھائی منٹ)

اگر دل میں تمھارے شرّ نہیں ہے۔ (از دُرِّثمین)

ہم نشین تجھ کو ہے اک پُر امن منزل کی تلاش (از کلام محمود)

دلِ شوریدہ کا خواب (از کلام طاہر)

فی امان اللہ (از دُرّ عدن)

لجنہ معیار دوئم

(یورپ میں پلنے والی 15 سے 25 سال کی ممبرات)

مقابلہ حسن قرأت سورۃ احزاب آیات 72,73,74

مقابلہ تقریر (وقت 4 منٹ)

☆ سورۃ فاتحہ کے فضائل

☆ نماز مومن کی رُوح اور جان

☆ انما الاعمال بالنیات

☆ قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ

☆ حضرت محمد ﷺ کی عائلی زندگی

مقابلہ نظم شعر دُہرانے کی اجازت ہے۔ وقت ڈھائی منٹ)

بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کہ آمین (از دُرِّثمین)

ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے (از کلام محمود)

یہ دل نے کس کو یاد کیا (از کلام طاہر)

میدان حشر کے تصور میں (از دُرّ عدن)

نوٹ:۔

☆ مقابلہ حفظِ قُرآنی دُعائیں: لجنہ معیار دوئم (یورپ میں پلنے والی 15 سے 25 سال کی ممبرات) کے لئے کتاب میں دی گئی پہلی 25 دُعائیں اور لجنہ معیار اوّل (پاکستان سے آنے والی اور یورپ میں پلنے والی 25 سال سے بڑی لجنہ) کے لئے کتاب میں دی گئی 34 دُعائیں۔ ججز کوئی سی بھی دُعا سن سکتے ہیں۔

☆ مقابلہ حفظ چہل احادیث: اس کا مقابلہ اوپن ہے۔ ججز کوئی سی بھی حدیث سن سکتے ہیں۔

☆ اجتماع کے سب مقابلہ جات میں عاملہ اور صدران بھی حصہ لے سکتی ہیں۔

☆ مقابلہ نظم میں منتخب اشعار میں سے 3 اشعار ہی پڑھ سکتے ہیں۔

☆ مقابلہ حسنِ قرأت، تقریر اَور نظم میں اوّل اور دوئم آنے والی ممبرات نیشنل اجتماع کے مقابلہ جات میں حصہ لے سکیں گی۔

☆ اُردو اور نارویجن کی تقاریر کے موضوعات یہی ہیں تقریر اُردو میں کریں یا نارویجن میں لیکن ایک ممبر ایک ہی تقریر کر سکتی ہے۔

☆ مقابلہ فی البدیہ تقریر اردو لجنہ معیار اوّل (پاکستان سے آنے والی اور یورپ میں پلنے والی 25 سال سے بڑی لجنہ) کا وقت 1 منٹ سوچنے کے لیے اور 2 منٹ تقریر کے لیے ہوں گے۔

☆ مقابلہ فی البدیہ تقریر نارویجین لجنہ معیار دوئم (یورپ میں پلنے والی 15 سے 25 سال کی ممبرات) کا وقت 1 منٹ سوچنے کے لیے اور 2 منٹ تقریر کے لیے ہوں گے۔

☆ مقابلہ بیت بازی لجنہ معیار اوّل (پاکستان سے آنے والی اور یورپ میں پلنے والی 25 سال سے بڑی لجنہ) کے درمیان ہوگا۔

☆ مقابلہ بیت بازی لجنہ معیار دوئم (یورپ میں پلنے والی 15 سے 25 سال کی ممبرات) کے لئے ہوگا۔

شعبہ تعلیم لجنہ اماء اللہ ناروے

بچوں کی دنیا

پیاری ناصرات!!

جیسا کہ آپ جانتی ہیں 27 مئی 1908 کو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خلافت جیسی عظیم الشان نعمت سے نوازا۔ ہمیں اس نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح خلافت سے محبت کا خیال ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہنا چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 21 اکتوبر 1956 کو جماعت احمدیہ کو نظام خلافت کی اہمیت اور برکات تازہ رکھنے کیلئے ہر سال ''یومِ خلافت'' منانے کی تحریک فرمائی۔ حضور کے اس ارشاد پر یہ اعلان کیا گیا کہ 27 مئی کو ''یومِ خلافت'' مقرر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ 1957 سے دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں اس تاریخ کو نہایت جوش وخروش اور باقاعدگی سے یومِ خلافت منایا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بچو! رمضان کا بابرکت مہینہ بھی آنے والا ہے۔ ان بابرکت ایام میں ہمیں چاہیے کہ اپنے رب کی جتنی عبادت کر سکتے ہیں کریں جب تک گرمیوں کی چھٹیاں بھی ہو چکی ہونگی تو خاص طور پر اپنی نمازوں کو وقت پر اور باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔ آپ میں سے اکثر پر ابھی رمضان کے روزے فرض تو نہیں ہونگے لیکن آپ بھی امی ابو کے ساتھ سحری اور افطاری میں شامل ہو کر برکت حاصل کر سکتے ہیں۔

رمضان میں خاص طور پر پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس، پیاری جماعت، اپنے اور اپنے والدین کے لئے دعائیں کریں۔

اس ماہ کا پیغام

انسان کی پہچان اچھا لباس نہیں

بلکہ اچھا اخلاق ھے اور اس کا ایمان ھے

ایک مثال، ایک سبق

ایک بزرگ نے ایک دیوار پر بڑا سا سفید پیپر لگایا اور مار کر سے اس پر ایک نقطہ ڈالا، پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔

تمھیں کیا نظر آ رہا ہے؟ لوگ بولے۔۔۔ کالا نقطہ۔۔۔

بزرگ بولے کمال ہے!

اتنا بڑا سفید پیپر نظر نہیں آ رہا اور ایک چھوٹا سا نقطہ نظر آ رہا ہے۔۔

یہی حال لوگوں کا ہے انہیں کسی شخص کی ساری زندگی کی اچھائیاں نظر نہیں آتی اور کی ہوئی برائی نظر آ جاتی ہے۔

ترقی کا راز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز فرماتے ہیں:

''پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے'' الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2003

اچھی باتیں

☆ اے ایمان والو کھاؤ پیو اور پاکیزہ رہو۔ (قرآن کریم)

☆ نابینا سے بھی پردہ کرو اس لیے کہ تم بینا ہو۔ (حضرت محمد ﷺ)

☆ جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ (اما جعفر)

☆ پیٹ ایک ایسا برتن ہے جو کبھی نہیں بھرتا اور نہ کبھی ٹوٹتا ہے۔ (بقراط)

☆ جو زیادہ پیسہ والا ہے وہ زیادہ محتاج ہے۔ (شیخ سعدی)

ناصرات علمی ریلی رپورٹ

بعنوان ''بنیادی دینی تعلیم''

اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے ساتھ امسال ناصرات الاحمدیہ کی علمی ریلی منعقد کرنے کی توفیق ملی۔علمی ریلی کا عنوان ''**بنیادی دینی تعلیم**'' رکھا گیا۔

اس موضوع کی مناسبت سے نصاب پہلے بنا کر مجالس میں تقسیم کردیا گیا تھا۔نصاب میں قرآن مجید کے 82 سوالات ، چالیس احادیث میں سے 25 احادیث، پریزینٹیشن عنوان ''ارکانِ اسلام'' اُردو کا پرچہ،اور فی البدیہہ تقاریر عنوان ''ایمانِ اسلام'' پر مبنی تھا تینوں معیاروں کے مطابق نصاب بنا کر مجالس میں بھیجا گیا۔

علمی ریلی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا جس کا اُردو اور نارویجن ترجمہ پیش کیا گیا۔اس کے بعد نظم اور عہد نامہ دہرایا گیا۔

نیشنل صدر صاحبہ نے دعا کروائی اور مقابلہ جات کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔

پہلا مقابلہ قرآن کریم کے سوالات کا ہوا جس میں تینوں معیاروں کی ناصرات نے بھرپور تیاری کے ساتھ حصہ لیا۔

یہ مقابلہ گروپس میں ہوا۔ناصرات معیار سوئم سے 40 سوالات جبکہ ناصرات معیار اول اور دوئم سے 82 سوالات تین راونڈ میں کئے گئے

دوسرا مقابلہ حفظِ احادیث ہوا جس میں معیار اول کو 25 احادیث ،معیار دوئم کو 20 احادیث اُور معیار سوئم کو 15 احادیث حفظ کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا تھا۔اس مقابلہ کی بھی ناصرات نے بہت اچھی تیاری کی تھی۔

تیسرا مقابلہ اُردو کا ہوا جو شوریٰ کی تجویز کے مطابق رکھا گیا جس کے پرچے معیار کے حساب سے ہر ماہ بھیجے جانے والے اُردو صفحات سے بنائے گئے۔ناصرات نے شوق سے پرچہ حل کرنے میں حصہ لیا۔ماشااللہ اُردو کے معیار میں بہتری نظر آئی۔

نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد چوتھا مقابلہ پریزینٹیشن کا شروع ہوا۔اس مقابلہ میں بھی شوریٰ کی تجویز کو مدِنظر رکھتے ہوئے مجالس میں ارکانِ اسلام کے رکن کلمہ طیبہ،نماز،روزہ،زکوۃ،حج اور ایک اضافی عنوان جہاد تقسیم کیے گئے۔اس مقابلہ میں معیار اول،دوئم کی ناصرات نے مل کر پانچ منٹ کی پریزینٹیشن پیش کرنی تھی جو ناصرات نے بڑی محنت اور شوق سے بنائیں۔

پانچواں مقابلہ معیارِ سوئم کا فی البدیہہ تقریر کا ہوا۔جو ارکانِ ایمان پر مشتمل عنوانات پر ڈیڑھ منٹ کی تقریر کرنا تھا۔اس مقابلہ میں ناصرات نے اچھی تیاری کے ساتھ حصہ لیا۔

علمی ریلی کا آخری مقابلہ بیت بازی ہوا جو صرف معیارِ سوئم کے لئے تھا۔اس مقابلہ میں درثمین،کلامِ محمود،کلام،طاہر اور دُرِعدن سے اشعار پڑھنے کی اجازت تھی اور یہ مقابلہ بہت دلچسپ رہا حاضرین بھی محظوظ ہوئے۔

آخر میں نیشنل صدر صاحبہ نے ناصرات کو پیارے حضور کے خطوط دیئے۔ناصرات کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب انھیں اس بات کا علم ہوا کہ حضور پُرنور نے ازراہِ شفقت ناصرات کو اُن کے خط کے جواب انفرادی طور پر لکھے۔ناصرات نے خوشی خوشی خط وصول کئے۔

انعامات تقسیم کئے آخر میں نیشنل صدر صاحبہ کے خطاب اور دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔اللہ تعالیٰ تمام حصہ لینے والی ناصرات،والدات اور سیکرٹریان کو جزادے اور دین ودنیا کے علم میں ترقی دیتا چلا جائے۔

آمین ثم آمین

سیکرٹری تعلیم ناصرات:عفت وحید

ہنسئیے ہنسائیے

✵ ایک لڑکا سائیکل پر جارہا تھا کہ راستہ میں ندی میں گر گیا۔
ایک دوست قریب سے گزر رہا تھا۔وہ بولا ''بھائی ندی میں کیا کر رہے ہو؟''
لڑکے نے غصّہ سے جواب دیا! مچھلیوں کو سائیکل چلانا سیکھا رہا ہوں

✵ باپ: بچے سے بیٹا دل لگا کر سبق پڑھا کرو
بچہ: مگر آپ تو عینک لگا کر پڑھتے ہیں

✵ ایک بیوقوف دوسرے سے: اگر لائٹ نہ ہوتی تو تم ٹی وی کس طرح دیکھتے؟
دوسرا بیوقوف: موم بتی جلا کر

☆ شوریٰ کی تجاویز کے سلسلہ میں کیا آپ کے گھر میں اُردو زبان کے فروغ کے لئے کوشش ہورہی ہے؟

سیر Kristiansand

اللہ کے فضل سے امسال ناصرات الاحمدیہ ناروے کو kristiansand کی سیر کرنے کی توفیق ملی۔ 30 ناصرات، 10 لجنہ، ایک خدام اور انصار بھائی پر مشتمل یہ قافلہ 13 مئی کو مسجد بیت النصر سے شام تقریباً چھ بجے روانہ ہوا۔ روانگی سے پہلے مکرم ومحترم امیر صاحب ناروے اور محترمہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماءاللہ از راہ شفقت وہاں تشریف لائے اور ہمیں دعا کے ساتھ روانہ کیا۔

ہمارا سفر تقریباً 7 گھنٹے کا تھا، دوران سفر ظہر وعصر کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں، نان کباب اور گرما گرم پکوڑوں سے ناصرات کی ضیافت کی گئی۔ بچیوں نے نظمیں سنائیں، ایک دوسرے سے پہلیاں پوچھیں اور لطائف سنا کر محظوظ ہوئیں۔

رات کے تقریباً 1.00 بجے ہم kristiansand مشن ہاؤس پہنچے۔ وہاں کے صدر جماعت اور صدر صاحبہ لجنہ نے ہمارا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ مشن ہاؤس کو دیکھ کر سب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے محض اپنے فضل سے جماعت کو اس نعمت سے نوازا۔ الحمدللہ

اگلے روز صبح فجر کی نماز اور تلاوت کی ادائیگی کے بعد سب ناصرات کو سفر کو کامیاب بنانے کے لئے صدقہ دینے کی طرف توجہ دلائی۔ سب بچیوں اور ممبرات نے مشن ہاؤس میں موجود غلہ میں اپنی اپنی توفیق کے مطابق صدقہ ڈالا، اور خوشی خوشی ناصرات نے dyrepark جانے کی تیاری کی۔

پارک میں بچیوں کو گروپس میں تقسیم کیا گیا اور پھر سارا دن ناصرات مختلف activities میں مصروف رہیں، نیز ایک مرتبہ تمام گروپس پہلے سے منتخب شدہ جگہ پر ضیافت کے لئے اکٹھے ہوئے، اور سب

نے اپنی پسند کا کھانا کھایا۔ شام کو ہم واپس مشن ہاؤس پہنچے، اور رات کو وہاں کی صدر لجنہ نے ہمارے لئے مزید ار ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اُسی دن ناصرات کیلئے تربیتی شام کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں تربیتی ٹاپکس، ڈسکشن اور مختلف ذہنی آزمائش کی گیمز رکھی گئیں تھی۔

15 مئی کو نماز جمعہ کی ادائیگی، صدقہ اور دعا کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا۔ دوران سفر بس میں ہم نے حضور انور کا خطبہ جمعہ سنا۔ دوران سفر ایک تفریحی مقام پر رُک کر کھانا کھایا اور تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہم مسجد بیت النصر پہنچے۔ الحمدللہ۔

شعبہ ناصرات الاحمدیہ سفر میں شامل انصار و خدام احباب کا نیز جماعت Kristiansand کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ خاص طور پر صدر صاحبہ لجنہ کا جنھوں نے نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ ہماری مہمان نوازی کی۔ اللہ تعالیٰ ناصرات کی عاملہ کو بہترین جزا دے جن کے تعاون سے یہ پروگرام سرانجام پایا۔

نیشنل سیکرٹری ناصرات: شمسہ خالد

ذہانت آزمائیے!

"سبزیوں کے نام تلاش کریں"

☆ عبدالمالک دوسرے شہر میں رہتا ہے۔

☆ آپا لکڑی کی کرسی پر بیٹھی ہے۔

☆ عاصم ٹریکٹر چلاتا ہے۔

☆ وہ لاہور جائے گا جری لائے گا۔

تمام ناصرات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو مہینہ میں ایک خط ضرور لکھا کریں اس کے لیئے خط کا ایڈریس اور فیکس نمبر درج ذیل ہے

16 Gressenhall Road London

SW18 5Ql, United Kingdom

فیکس نمبر:

00442088705234

جواب: 1۔کدو، 2۔پالک، 3۔مٹر، 4۔گاجر

MEARE SOEM

Resitasjon fra den hellige Koranen:
Sura Al-Quraisj

Lære Koran utenat (Hifz-e-Koran):
Først 10 vers fra Sura Al-Baqarah og Sura Al-Qadr

Tale emner: (tid: 2min)

- Jeg er ahmadiyya muslim jente
- Fordeler ved salat
- Koranen er oss det kjæreste
- Velsignelser ved å tjene foreldre
- Punktlighet
- Hadrat Khalifatul Masih V

Diktlesing: (velg 3 vers fra et av følgende dikt. Tillatt å gjenta vers. Maks tid 2 minutter)

- Shaan e haq tere shamayel mein nazar ati hai *(Durr-e-samin)*
- Ek dil shishe ki manind howa karta hai *(Kalam-e-Mahmood)*
- Na woh tum badle na hum, taur hamare hai wohi *(Kalam-e-Tahir)*
- Qarar-o-sakoon dil ko ata nahin hai *(Durr-e-adan)*

معیار سوئم

مقابلہ حسنِ قرآت: سورۃ القریش

مقابلہ حفظِ قرآن: سورۃ البقرہ کی ابتدائی 10 آیات، سورۃ القدر

مقابلہ تقریر: (وقت 2منٹ)

- میں احمدی بچی ہوں
- نماز کے فوائد
- ہمارا چاند قرآں ہے
- خدمتِ والدین کی برکات
- وقت کی پابندی
- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

مقابلہ نظم: (دیے گئے اشعار میں سے کوئی سے 3 اشعار۔ شعر دہرانے کی اجازت ہے۔)
(وقت 2منٹ)

- شان حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے (درثمین)
- ایک دل شیشہ کی مانند ہوا کرتا ہے (کلام محمود)
- نہ وہ تم بدلے نہ ہم، طَور ہمارے ہیں وہی (کلام طاہر)
- قرار و سکوں دل کو آتا نہیں ہے (دُرِعدن)

Resitasjon fra den hellige Koranen:

Sura Al-Quraish

حسن قرآت معیار سوئم: سورۃ القریش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝١
لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝٢
اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٣
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٤
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ
وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٥

ع ١ ٣١

MEARE DOEM

Resitasjon fra den hellige Koranen:
Sura Al-Hasjr vers 23 – 25

Lære Koran utenat (Hifz-e-Koran):
Sura Al-Baqarah vers 1-17, Sura Al-Insjirah

Tale emner: (tid: 3 min)

- Bønnen frelser fra det skjendige og det onde
- Å adlyde tidens Imam
- Måtte vi være sammen med de lojale
- Den utlovede Messias' gjestfrihet
- Avstå fra baktale
- Sirat Hadrat Khalifatul Masih IV

Diktlesing: (velg 3 vers fra en av følgende dikt. Tillatt å gjenta vers. Maks tid 2 ½ minutt)

- Ik na ik din pesh ho ga to fana ke samne *(Durr-e-samin)*
- Yeh kesi taqdeer hai jo mitt-te nahi mitt-ti *(Kalam-e-Mehmood)*
- Keya moj thi jab dil ne jappe nam khuda ke *(Kalam-e-Tahir)*
- Keya ilteja karon ke mujassam dua hon main *(Durr-e-adan)*

معیار دوئم

مقابلہ حسنِ قرآت: سورۃ الحشر آیات 23تا25

مقابلہ حفظِ قرآن: سورۃ البقرہ کی ابتدائی 17 آیات، سورۃ الم نشرح

مقابلہ تقریر: (وقت 3 منٹ)

- نماز بے حیائی اور برائی سے بچاتی ہے۔
- اطاعتِ امام
- رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
- حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی
- غیبت سے اجتناب
- سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

مقابلہ نظم: (دیے گئے اشعار میں سے کوئی سے 3 اشعار۔ شعر دہرانے کی اجازت ہے۔)
(وقت اڑھائی منٹ)

- اک نہ اک دن پیش ہو گا تو فنا کے سامنے (درثمین)
- یہ کیسی تقدیر ہے جو مٹتے نہیں مٹتی (کلام محمود)
- کیا موج تھی جب دل نے جپے نام خدا کے (کلام طاہر)
- کیا التجا کروں کہ مجسم دعا ہوں میں (دُرِ عدن)

Koranen: Resitasjon fra den hellige

Sura Al-Hashr, vers 23 - 25

حسن قرآت معیار دوئم: سورۃ الحشر آیات 23تا25

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ
وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۳﴾
هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ
الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۴﴾

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۵﴾ ع ۳/۶

بِسمِ اللهِ الرَّ حمٰنِ الرَّحِیم   نَحمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم   وَ عَلٰی عَبدِہِ المَسِیح المَوعَود

نصاب اجتماع ناصرات الاحمدیہ ناروے 2015

Pensum for Ijtema Nasirat-ul-Ahmadiyya Norge 2015

MEARE AWWAL

Resitasjon av den hellige Koranen:
Sura Bani Isra'il vers 79 - 84

Lære Koranen utenat (Hifz-e-Koran):
Sura Al-Baqarah vers 1-17, Sura At-Teen

Tale emner: (tid: 3 min)

- Koranen og vitenskap
- Argumenter for Guds eksistens
- Forbedring av sitt ego er den virkelige forbedringen
- Et livsstil av måtehold
- Viktigheten av pardah
- Sirat av Hadrat Khalifatul Masih III

Diktlesing: (velg 3 vers fra en av følgende dikt. Tillatt å gjenta vers. Maks tid 2 ½ minutt)

- Kehte hai joshe ulfat yakksa nahi rehta *(Durr-e-samin)*
- Dil de ke hum ne unki mohabbat ko pa liya *(Kalam-e-Mehmood)*
- Do ghari sabr se kam lo sathiyo *(Kalam-e-Tahir)*
- Dil jis ka hoa hamil israr e mohabbat. *(Durr-e-adan)*

معیار اول

مقابلہ حسنِ قرآت: سورۃ بنی اسرائیل آیات 79 تا 84

مقابلہ حفظِ قرآن: سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات، سورۃ التین

مقابلہ تقریر: (وقت 3 منٹ)

- قرآن اور سائنس
- دلائل ہستی باری تعالیٰ
- اصلاح نفس ہی حقیقی اصلاح ہے
- قناعت اور سادہ زندگی
- پردے کی اہمیت
- سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مقابلہ نظم: (دیے گئے اشعار میں سے کوئی سے 3 اشعار۔ شعر دہرانے کی اجازت ہے۔
(وقت اڑھائی منٹ)

- کہتے ہیں جوشِ الفت یکساں نہیں رہتا (درثمین)
- دل دے کہ ہم نے ان کی محبت کو پالیا (کلام محمود)
- دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! (کلام طاہر)
- دل جس کا ہو احامل اسرارِ محبت (دُرِ عدن)

ضروری ہدایات

- اجتماع سے متعلق تمام چیزیں اس کتابچہ میں شامل کر دی گئیں ہیں۔ نظموں کو تلفظ کے لحاظ سے ایک بار چیک کر لیں۔
- ہر مجلس کی کم از کم 80 فیصد ناصرات اجتماع کے مقابلہ جات میں ضرور حصہ لیں۔
- مقابلہ حفظِ قرآن مجالس کے اجتماع کے موقع پر نہیں ہو گا اس مقابلے کیلئے تاریخ بعد میں دے دی جائے گی
- مقابلہ حسنِ قرآت، تقریر اور نظم میں اوّل، دوئم آنے والی ناصرات نیشنل اجتماع کے مقابلہ جات میں حصہ لے سکیں گی۔
- اُردو اور نارویجن تقاریر کے موضوعات یہی ہیں۔ ایک ناصرہ ایک ہی زبان میں تقریر کر سکتی ہے۔
- مقابلہ فی البدیہہ تقریر ناصرات معیار اول اور دوئم کا الگ الگ ہو گا۔
- مقابلہ بیت بازی انفرادی ہو گا اور یہ مقابلہ ناصرات معیار اوّل اور دوئم کا اکھٹا ہو گا۔

Jis rokh dekhein har manmohan tera mokhra hi takta he Har ik mohsin ne tere hosn ka hi ehsaan othaya he Jab maali daghe jodai de morjha jaatein hein gol boote Dekhein forqat ne kese phul se chehro(n) ko kumlaya he Ye kon sitara tuta jis se sab tare be noor hue Kis chandar maa ne duub ke itne chando(n) ko gehnaya he Kya jalta he ke chimniå(n) se othta he dhua(n) aahå(n) ki tarha Iq dard badama(n) surr mai rutt ne saara ofq kajlaya he	

Mjare doem

Nazam, azz Durre Samin

Hame os yaar se taqwa ata he
Na ye hum se ke ehsane khuda he

Karo koshish agar siddqo safa he
Ke ye hasal ho jo sharte liqa he

Yehi aena khaliq numa he
Yehi ik jo har sefe dua he

Har ik neki ki jarr ye ittaqa he
Agar ye jarr rahi, sab kuch raha he

Yahi ik fakhre shaane auliya he
Bajuz taqwa ziadat in me kya he

Daro yaro ke wo biina khuda he
Agar socho yehi darol jaza he

Mujhe taqwa se os ne ye jaza di
Fasobhanalla zi akhzal aa aadi

Nazam, azz kalame Tahir

Ye dil ne kis ko yaad kiya, sapno me ye kon aya he
Jis se sapne jaag othein hein khuawbo(n) ne noor kamaya he

Gul bootå(n), kallio(n), pattå(n) se, kaantå(n) se khushbo aane lagi
Ik ambar baar tassawor ne yaado(n) ka chaman mehkaya he

Gul rang shafaq ke perhan mein kåse koza ki piingå(n) par
Ik yaad ko jhole de de kar pagle ne dil behlaya he

Dekhein to sahi din kese kese hosn ke roop me dhalta he
Badli ne shafaq ke chehre par kaala geso lehraya he

Nazam: azz kalame Mehmood

Ek dil shisha ki manid hua karta he
Thes lag jaye zara si to sada karta he

Me bhi kamzoor, mere dost bhi kamzoor tamam
Kaam mere to sabhi mera khuda karta he

Hosh kar dushmane naada(n) ye tu kya karta he
Saath he jis ke khuda oss pe jafa karta he

Zindagi os ki he, din os ke hein, raatein os ki
Wo jo mehboob ki såbat me raha karta he

Kalbe momin pe he anware samawi ka nazoor
Roshan is jag ko ye Allah ka diya karta he

Nazam, azz durre Adan

Na rok rahh me måla shetaab jane de
Khula to he teri "jannat ka bab" jaane de

Mujhe tu daman rehmat me dhamp le yuhi(n)
Hisaab muj se na le "behisaab" jaane de

Sawal mujj se na kar ee mere sami o baseer
Jawab mang na e "lajawaab" jaane de

Mere gunah teri bakshish se bar nahi sakte
Tere nisaar hisabo kitab jaane de

Tuje kasam tere "sitaar" naam ki pyara
Brue hashr sawalo jawaab jaane de

Bala kareeb ke ye "khaak" paak ho jaye
Na kar yaha(n) meri matti kharab jaane de

Rafiqe jaa(n) mere yaar wafa sha-ar mere
Ye aaj pardah dari kesi? Parda daar mere

Wo fasiq he jis ne rehh gawaya
Nazre bazi ko ikk pesha banaya

Magar aashiq ko harr gizz badd na kahiyo
Wahan badd zannio(n) se bacch ke rehhiyo

Agar osshaq ko ho paak daman
yakii(n) samjho ke he taryaak daman

Magar mushkil yahi he darmya(n) mein
Ke gull bekhaar kam he bosta mein

Nazam: dile shorida ka khab, azz kalame Tahir

Tum ne bhi mujj se talook koi rakha hota
Kaash jo(n) hota to me itna na tanha hota

Labb par aa jata kabhi dil se ochal kar mera naam
To me is jombashe labb ki tarha yakta hota

Kis ne loota hua hota mere chanda ka karaar
Karwatein kis ki jodai me badalta hota

Yaad me kis ki wo afaaq pe behta hua hosn
Nitt nai dunja, naye des me dhalta hota

Umr bharr me bhi tume dhundta be sood agar
Aalame khab mera maljaao mawa hota

Ab ilaje ghame tanhai kaha(n) se lao(n) ?
Tum kahi(n) hote to iss gham ka modawa hota

Ab kise dhundo(n) tasawwar me basane ke liye
Chand koi na raha apna banane ke liye

Mere iss dunja mein lakho he magar koi nahi
Mera tanhaio(n) mein saath nibhane ke liye

ki talaash

Ya to sarr gardaa(n) tha dil, justajoe yaar mein
Ya he is yaare azal ko khud mere dil ki talaash

Me wo majno(n) hoon ke jis ke dil me he

ghar yaar ka
Aur ho ga wo koi jis ko he mahmil ki talaash

Gulshane aalam ki rånak he fakt insaan se
Gul banane ho agar tu ne, to kar gill ki talaash

Is rokhe roshan se mitt jaati(n) hein sabb taarikiya(n)
Aashike sifli ko he kyo is me ikk till ki talaash

Aasmani me, adoo mera zamini, isliye
Me falaq par orr raha hoon, os ko he bill ki talaash

Nazam: fii amanillah, azz durre Adan

Lå jao tum ko saya rehmat nasiib ho
Barti hoi khuda ki inayat nasiib ho

Har ek zindagi ki halawat nasiib ho
Har ek do jahan ki neemat nasiib ho

Ilmo amal nasiib ho, irfaan ho nasiib
Zåke duao husne ibadat nasiib ho

Ho rashk aaftaab sitara nasiib ho
Aap apni ho misaal, wo kismat nasiib ho

Har ik dukh se tum ko bachaye mera khuda
Har har kadam pe os ki a aanat nasiib ho

Har waqt dil mein pyaar se yade khuda rahe
Ye lazzato saroor, ye jannat naseeb ho

Taskhire khalk, khulko muhabbat se tum karo
Har ek se khaloså muhabbat naseeb ho

Razi hoon tum se me, mera Allah bhi rahe
Os ki raza ki tum ko musarrat naseeb ho.

VIKTIGE BESKJEDER

- **<u>Konkurranse i memorering av bønner i den hellige Koranen;</u>**
  - Ladjna gruppe Mayyare Doem (15-25 år – kun europeiskfødte): de 25 første bønnene fra den utleverte boken
  - Ladjna Mayyare Awwal (over 25 for europeiskfødte og samtlige pakistanskfødte) og Doem (15-25 år – kun europeiskfødte) : de 34 første bønnene fra den utleverte boken
  - Dommerne avgjør selv hvilke av disse bønnene de ønsker å høre fra deltagerne
- **<u>Konkurranse i memorering av førti hadith (Chehl Hadith)</u>**
  - Konkurransen er åpen for alle
  - Dommerne avgjør selv hvilke av disse hadith de ønsker å høre fra deltagerne
- **<u>Konkurranse i "Fillbadi-tale" (Improvisert tale)</u>**
  - Deltagerne vil få tenketid på et minutt og taletid på to minutter
  - Konkurransen er separat for Mayyare Awwal (over 25 for europeiskfødte og samtlige pakistanskfødte) og for Mayyare Doem (15-25 år – kun europeiskfødte)
- **<u>Konkurranse i "Bait bazi" (Memoering av diktvers)</u>**
  - Konkurransen vil kun foregå individuellt og ikke i plenum
  - Konkurransen er separat for Mayyare Awwal (over 25 for europeiskfødte og samtlige pakistanskfødte) og for Mayyare Doem (15-25 år – kun europeiskfødte)

- Amla og alle Sadran har mulighet til å delta på samtlige konkurranser under Ijtema
- Diktversene er vedlagt dette skrivet
- Når det gjelder følgende konkurranser; resitasjon av den hellige Koranen, tale og dikt, vil kun deltagere som kommer på første eller andre plass på lokalt nivå, få mulighet til å delta på den nasjonale Ijtema.
- Temaene for talekonkurransen er gitt ovenfor og det er kun tillatt å holde en tale per deltager, enten i norsk eller i urdu.

Mjare Awal **Nazam: Baddzani se bahcho, azz durre Samin** Agar dil me tumhare sharr nahi he Tå phir kyo zanee badd se darr nahi he Koi jå zanee badd rakh tha he aadat Badi se khud wo rakh tha he iradatt Ghumane badd sheyati(n) ka he pesha Na ehle iffato dii(n) ka he pesha	**Nazam: azz kalame Mehmood** Hum nashii(n) tujj ko ikk purr aman manzil ki talaash Muj ko ikk aatish fashaa(n) purr walwala dil ki talaash Saei peham aur kannj aafiyat ka jår kya Mujj ko he manzil se nafrat, tuj ko manzil ki talaash Dhund ti phirrti thi shame noor ko mehfil kabhi Ab to he khud shamma ko dunja mein mehfil

بسم الله الرحمن الرحيم

I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

PENSUM IJTEMA LADJNA IMAILLAH NORGE 2015

KONKURRANSER MAYYARE AWWAL *Dette omfatter Ladjna som er født og oppvokst i Pakistan i alle aldre, og Ladjna over 25 år for de som er født og oppvokst i Europa.	**KONKURRANSER MAYYARE DOEM** *Dette omfatter Ladjna mellom 15 - 25 år og som er født og oppvokst i Europa.
Resitasjon av den hellige Koranen : Sura Al- Tauba, vers 2,3 og 4 **Tale (Tid til rådighet 4 min.) :** 1. Viktigheten av Durud Sharif og dens velsignelser 2. Hadhrat Umme Tahir (Mor til Khalifat-ul-Masih IV 3. Åndelig renhet er en del av det å være Gudfryktig 4. Valg av ektefelle i henhold til islamsk lære 5. Hindringer i veien for åndelig fremgang og hvordan overkomme disse hindringene **Dikt (Tid til rådighet 2,5 min.)** • Det er tillatt å repetere versene • Diktsamlingenes navn står i parantes • Det skal fremføres 3 valgfrie vers fra følgende dikt; 1. Agar dill me tumhare sharr nahi he (Durr-e-Sameen) 2. Hum-nasheen tujh ko he ikk purr-aman manzil ki talash (Kalam-e-Mahmood) 3. Dil-e-shoreedah ka khawab (Kalam-e-Tahir) 4. Fi-amanillah (Durr-e-Adan)	**Resitasjon av den hellige Koranen :** Sura Al- Ahzab, vers 72,73 og 74 **Tale (Tid til rådighet 4 min.) :** 1. Velsignelsene ved Sura Al Fateha 2. Bønnen; den sanne troendes sjel og liv 3. Handlinger bedømmes på bakgrunn av intensjoner 4. Å være tilfreds med det man har er en evigvarende skatt 5. Profeten Muhammads[saw] ekteskapelige liv **Dikt (Tid til rådighet 2,5 min.)** • Det er tillatt å repetere versene • Diktsamlingenes navn står i parantes • Det skal fremføres 3 valgfrie vers fra følgende dikt; 1. Bashir Ahmad, Sharif Ahmad aur Mubarka ki ameen (Durr-e-Samin) 2. Ek dill shisha ki manand hoa karta he (Kalam-e-Mahmood) 3. Yeh dill ne kiss ko yaad kia (Kalam-e-Tahir) 4. Medan-e-Hashr ke tasawwor me (Durr-e-Adan)

23. mars- en spesiell dag

Muniba Khalid

23. mars er en veldig viktig dag for oss ahmadi-muslimer, fordi 23.mars ble Ahmadiyya bevegelsen grunnlagt.

Ahmadiyya bevegelsen i Islam ble grunnlagt i Qadian i India av Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad. Etter lang erfaring med å motta guddommelig åpenbaring grunnla Hazrat Mirza Ghulam Ahmad 23. mars 1889 Islams Ahmadiyya. Menigheten er i dag spredt over 200 land, og medlemstallet stiger fortsatt med titalls millioner. Menigheten har sitt nåværende hovedkontor i Storbritannia.

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad erklærte at Jesus (altså Hazrat Isa[as]) overlevde korsfestelsen og reiste til Kashmir der han døde en naturlig død. Han reiste mye på tvers rundt om i India og fortalte om den rette læren på denne tiden.

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad[as] var også en forfatter og skrev over 80 bøker om ulike religiøse, åndelige, teologiske og moralske aspekter. Disse bøkene skulle fortelle mye om islam og den riktige veien innenfor islam. Det var mange på denne tiden som var muslimer, men de gjorde ingenting som kunne tilsi at de var muslimer. Hazrat Mirza Ghulam Ahmed sa det samme som vår hellige Profet[fvh]. På den tiden hadde både muslimer og andre begynt med shirk(avgudsdyrkelse). Derfor sendte Gud Hazrat Mirza GhulamAhmad[as].

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad[as] hevdet å være den messias alle religioner hadde forventninger om. Som kjent venter de kristne på Messias' andre advent, mens muslimene venter på messias, buddhistene venter på buddha som skal komme tilbake til verden. Og hinduene forventer det samme om sin Krishna.

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad hevdet at alle disse religionene i virkeligheten venter på den samme personen. De hadde gitt ham forskjellige navn og titler ut ifra sine egne skrifter. Det skulle ikke komme en person til hver enkelt religion, men kun en person som også skal ha som mål å forene de forskjellige religionene og skape fred mellom dem og stoppe religionskrigene.

Khalifatets betydning og nødvendighet

Shumaila Mehmood

Mange mennesker i dag lurer på hvorfor det er nødvendig med en khalif i samfunnet og hva betydningen til en khalif er. Det finnes mange forskjellige grunner bak dette. La oss få litt kunnskap om hva khilafatet er.

Ordet «khalifat» betyr rekke, og enkhalif er en etterfølger av en profet som har i oppgave å fullføre reformasjonen og den moralske opplæringen som ble påbegynt av profeten. Allah fortsetter å styrke troen til tilhengerne av profeten gjennom Khalifatet, så lenge Han ønsker.

Fellesskapet av tilhengere av en profet som Allah fortsetter å gi sin næring til sin tro, og praksis under velsignelse av institusjonen av Khilafat så lenge Allah ønsker.

Allah sier i Koranen:

«Allah har lovet de av dere som tror og handler rettferdig, at Han sannelig vil gjøre dem til etterfølgere på jorden, slik som Han skjenket etterfølgere (blant dem) før dere, og Han vil sannelig for dem grunnfeste deres religion, som Han har utvalgt for dem, og Han vil sanneligskjenke dem sikkerhet (og fred) etter deres frykt; de vil tjene Meg(alene) og ikke sette noen opp ved siden av Meg. Og den er vantro etter dette, disse er de som er ulydige.»(Surah Al-Nur, Vers 56).

Hazrat Mirza Bashir Ahmad[ra] skriver:

Gud den allmektige gjør alt gjennom visdom og forutseenhet, og det er alltid en god grunn og logikk bak det. Ifølge naturens fysiske lover har man kun en begrenset levetid, men oppgaven med reformasjonen og opplæring av samfunnet krever en mye lengre tid. Så Allah har etablert khalifatetssystem etter en profet. Khalifen fortsetter arbeidet med profetens oppgave. Frøet sådd av profeten blir beskyttet og pleiet av khaifen til det blir et sterkt og solid tre. Dette viser at khaifatet er en avlegger eller en gren av systemet av profet.Dette er grunnen til at den Hellige Profeten sa at etter hver profet blir khalifatets system etablert. (Hentet fra Velkommen til Ahmadiyyat).

Akkurat som Allah utnevner en profet selv, er det også Han som utnevner khalifen.Han velger den personen som er best kvalifisert for å bli en khalif, og leder en gruppe fromme troende til å manifestere sin vilje gjennom en prosess med valg av khalifen. Dermed kan det tilsynelatende virke som khalifen er valgt av en gruppe fromme mennesker, men det er faktisk Allahs vilje som styrer deres evner til å velge etter Hans valg. Når en khalif er valgt forblir han en khalif resten av sitt liv, og er et levende testament til guddommelige vilje.

Khilafatet etablerer myndighet av Allah på jorden, og den Khalifa arbeider for å opprettholde denne myndigheten i fellesskap av tilhengere. For de troende, er Khilafat en legemliggjøring av Allahs Unity, som de velger å ta guddommelig autoritet gjennom person av Khalifa. De troende tar del i velsignelser Khilafat ved å holde fast på sin tro og praksis, forent under ham.

Barneside

Visste du at:

- Singapore er det eneste landet i verden med kun en stasjon
- Hovdyr, som geit og ku, har rektangulære pupiller.
- 40 % av overskuddet til McDonald kommer fra Happy Meals
- Den kasjmirske moskushjorten har hoggtenner som en vampyr.
- Ugler er den eneste fuglearten som kan se fargen blå

Les en Vits!

Det var en gang tre gutter på hyttetur. Den ene kunne bare si "Ja", den andre kunne bare si "Kniv og gaffel" og den tredje kunne bare si "Jippi". Da de kom til hytta, hadde det vært innbrudd. Politiet kom, og spurte om guttene hadde gjordt det.
"Ja" sa den ene.
"Med hva da?" spurte politiet.
"Kniv og gaffel" sa den andre.
"Å, da må dere i fengsel" sa politiet.
"Jippi" sa den siste.

B-vitamin:

- Det finnes 8 ulike B-vitaminer.
- B-vitaminer er vannløselige som betyr at det kommer raskt ut av kroppen som urin
- Eksempler på matvarer som inneholder B-vitaminer er: ost, grovt brød, gjær, bønner, spirer, mandler, nøtter, frø, lever og noen grønnsaker som brokkoli.
- Det er viktig å ta B-vitaminer fordi: man blir mindre trøtt og sliten, immunsystemet virker bedre å det gjør også nervesystemet, den gir deg normale slimhinner og normal hud, også gir B-vitaminer deg bedre syn, sterkere hår og sterkere negler.
- B12-vitaminer finnes bare i matvarer fra dyr, derfor må vegetarianere få i seg B-vitaminer i stedet.

Labeebah Ijaz Qureshi

Grenada, et feriemål?

Granada er en by i det sørlige Spania, med en befolkning på ca. 241 000 innbyggere.Den er særlig kjent for slottet Alhambra. På 1200- og 1300-tallet var byen sentrum for vitenskap, kultur og kunst. Det var på denne tiden, i tiden mellom 1248 og 1354, at Alhambra ble bygd.

Kjenner du dem igjen?

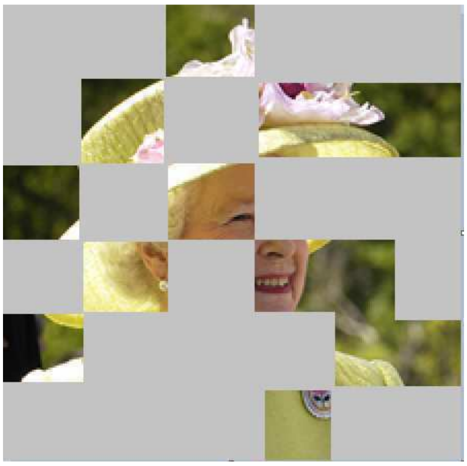

- Pollen fester seg til slimhinner, hud, hår og klær iløpet av dagen, så:
  - Bruk solbriller
  - Skyll nese og øyne med saltvann
  - Dusj for å fjerne pollen fra hud og hår
  - Skift putevar ofte

Egenbehandling av pollenallergi

- Forsøk reseptfrie legemidler i form av øyedråper, nesespray og tabletter.
- Ved symptomer kun i øyne, bruk øyedråper.
- Ved symptomer kun i nesen, bruk nesespray.
- Ved symptomer både i nese og øyne, bruk tabletter. Utvid behandling med nesespray og øyedråper om nødvendig.
- Unngå bruk av nesespray mot forkjølelse.
- Ta legemidler mot allergi før symptomene oppstår og regelmessig gjennom hele sesongen. Start 1-2 uker før forventet pollensesong.

Det er mulig å vaksinere de som er svært allergiske. Man tar da gjentatte injeksjoner av aktuelle allergenekstrakter eller oppløselige tabletter (kun gressallergi). Total behandlingstid er 3 år. Ta kontakt med legen din for mer informasjon.

Kryssallergi

- Er du allergisk mot pollen, skal du være oppmerksom på at det ikke er uvanlig at man også reagerer på ulike matvarer. Dette kalleskrysslIergi. De som er hardest rammet av pollenallergi er også mest utsatt for kryssreaksjoner. Astma- og Allergiforbundet har laget følgende oversikt over vanlige kryssreaksjoner ved pollenallergi:

  - **Bjørk, hassel, or, salix (vier, selje,pil):**
    Eple (rå), pære (rå), steinfrukt (fersken, nektarin, kirsebær, morell, plomme, aprikos, mandel, mango), gulrot (rå), potet (rå), hasselnøtt, paranøtt, valnøtt, peanøtt, selleri, kiwi.

  - **Timotei og andre gressarter:**
    Belgfrukt (bønner, erter, linser), hvete, bygg, rug, havre. Ved gresspollenallergi viser allergitester ofte positivt utslag på hvete og belgfrukter, men dette er sjelden forbundet med allergisymptomer.

  - **Burot:**
    Selleri, purreløk, løk, hvitløk, urter, urtekrydder og urtemedisin (persille, basilikum, oregano, koriander med flere), paprika, solsikkefrø, honning

POLLENALLERGI

Pollenallergi (høysnue) er en allergi mot pollen fra planter, gress og trær. Når personer med pollenallergi kommer i kontakt med bestemte pollentyper, aktiveres visse deler av immunforsvaret, og det skjer en betennelsesreaksjon i nese og/eller øynene. Resultatet er ubehag i form av nysing, rennende eller tett nese, røde rennende øyne og kløe.

Symptomer:

Pollenallergikere kan ha noen, eller alle symptomene som er nevnt nedenfor:

- Kløe, særlig i øyne/nese
- Nysing
- Tett eller rennende nese
- Røde øyne
- Tåreflod
- Tretthet
- Hodepine

Vanlige vekster som gir pollenallergi:

- Or og hassel: februar/mars/april
- Bjørk: april, mai, juni
- Gress: juni/juli/august
- Burot: juli/august
- Salix (selje/vier/pil): april/mai/juni/juli

Tidspunkt og varighet for de ulike spredningsperiodene kan variere betydelig fra år til år, avhengig av været.

Hva kan man gjøre selv:

- Følg med på vær og pollenvarsler. Pent vær gir ofte høy spredning av pollen. Der gis det prognoser for hvilke pollentyper som forventes i luften i de ulike delene av landet.
- Ved kjent allergi, anbefales det at man starter med allergimedisiner 1-2 uker før forventet pollensesong
- Hold deg mest mulig innendørs når pollenutslippet til plantene er størst.
- Hold vinduer og dører lukket. Fest gjerne pollennett foran åpne vinduer.
- Unngå å tørke klesvasken utendørs.
- Unngå røyk
- Installer pollenfilter i bilen.
- Unngå plenklipping ved gressallergi.

Hudoor[aba] sa at det er viktig at dere studere den hellige Koranens lære med den ytterste møysommelighet. Dette vil også være en form for Jihad, for en kamp med sverd er ikke den enste måten å utføre Jihad på. Det er en del muslimer i dag som har mistolket dette konseptet. Jeg har under flere anledninger holdt foredrag om dette emnet. Det vil være nyttig for deg å lese disse foredragene.

4. **Hvorfor har vi blitt bedt om å ikke ha en Facebook-konto?**

Hudoor[aba] sa at Facebook ikke har blitt erklært for å være Haram – forbudt – på noen som helst måte. Dere har blitt frarådet fra å bruke denne nettsiden fordi den inneholder masse dårlig innflytelse. Ungdommen er ofte naive og derfor uvitende om at det er folk der ute i de sosiale medier som sitter der for å utnytte andre. Så lenge dere er umodne og uerfarne er det best at dere ikke bruker Facebook. Menighetens presse og nettside, alislam.org, har selv en Facebook-side. Dere kan benytte dere av disse sidene. Dere har blitt frarådet fra å ha en personlig konto fordi dere ikke har nok viten og kunnskap til å gjenkjenne eventuelle feller. Selv den vestlige verden har blitt klar over de mange onder som florer på Facebook. Vi som hevder å være religiøse mennesker bør derfor forstå og oppdage de mange ulempene som Vesten i dag erkjenner. Hvis hensikten din er å utføre *Tabligh*, kan du bruke kontoen til alislam.org.

Fortsettelse fra side 22:

Etterhvert som barnet blir eldre kan vi lære barnet å utløse sitt anker selv. Før en eksamen, jobbintervju eller andre situasjoner der barnet trenger ressurser. Det vil da vite hvor det kan hente disse ressursene.

Ved å bevisst kunne bruke ankere kan vi også ankre troen på Gud i barnet. Dette vil kreve at vi knytter positive ting direkte til Gud. I islam kommer mye av dette automatisk, for religions utøvelse forankrer Gud dypt i sjelen vår, gjennom bønn, takksigelser og tanken på Gud i alle handlinger. Bismillah før mat, jazakAllah, Insh'Allah, Mash'Allah, alle disse små bønnene hjelper barnet å knytte bånd til Gud. Dette kan vi styrke ytterligere gjennom utøvelse foran barnet. Foreldre er et sterkt forbilde for barn og de har sterke følelser knyttet til oss. Hvis vi gjennom vår utøvelse av religionen og kvaliteten på tiden vi tilbringer med barna har fokus på dette kan vi selv bli de sterkeste ankerene som barna knytter til Gud.

Spørsmål og svar med Hudoor[aba]

Hentet fra Al-Fazlinternational 11. juli 2014

Oversatt av Andleeb Anwar

1. **En av ungdommene spurte Hudoor[aba] om han skrev talene sine selv eller om han fikk dem skrevet av noen andre.**
Hudoor[aba] svarte at han alltid skriver talene sine selv og at ingen andre enn han har noe viten om hva han skriver om. Talene mine er alltid ferdig i siste liten eller så tar jeg med meg enkle notater som jeg under prekenen setter sammen til en tale. Ingen har muligheten til å lese notatene mine og kan derfor heller ikke skrive tale for meg. Det hender noen ganger at jeg ber sekretæren min om å finne frem sitater fra utvalgt litteratur og printe dem ut for meg, men jeg velger ofte å skrive ned sitatene for hånd.

2. **Hvorfor velger noen å sitte *I'teqaf* når man uansett skal lese hele Koranen under Ramadhan?**

Hudoor[aba] sa at det ikke er obligatorisk å sitte *I'teqaf*. Det er en ytterst frivillig handling og en *sunnah*, det vil si at den er en del av tradisjonene til den hellige Profeten Muhammed[saw]. Han pleide å sitte *i'teqaf* i Masjid-e-Nabawi de ti siste dagene av Ramadhan. Når man velger å sitte *I'teqaf* velger man å avholde seg fra resten av verden og man befrir seg selv fra bekymringer om arbeid og hushold. Hensikten er derfor å tilbringe hele dagen med å tilbe Allah. Vanligvis utfører man annet arbeid samtidig som man faster, og man får derfor ikke alltid muligheten til å sitere fra den hellige Koranen slik det er ment å gjøres. Dessuten blir de daglige bønnene forkortet som vanlig. Når man sitter *i'teqaf* får man i tillegg muligheten til å be ekstra mye i form av *Nawafil* før og etter alle de fem daglige bønnene. Man kan i tillegg tilbringe tiden med å lese og studere *Ahadith* og andre religiøse bøker. Vedkommende har tjuefire timer til rådighet og han eller hun kan bruke alle sine krefter på å tilbe Allah samtidig som han eller hun faster. De som er i stand til det kan sitte *I'teqaf* gitt at det er nok plass i moskeen. Dette er sannelig en *sunnah* som man burde streve etter å følge.

3. **Hva er betydningen av Jihad?**

Hudoor[aba] henvendte seg til spørsmålsstilleren og presiserte at muslimer aldri har gått til krig mot noen. Muslimene ble selv angrepet og forfulgt, og måtte derfor forsvare seg. Etter en krig da muslimene vendte hjemover sa den hellige Profeten Muhammad[saw]: «Nå vender dere fra en mindre Jihad til en som er mye større – Jihad Akbar – det vil si at dere utfører Jihad mot deres eget indre.» Dere må rense dere hjerter for alt som er ondt. Jihad er også vår streben etter å spre islams sanne budskap ved hjelp av den hellige Koranen. Jihad betyr «å streve». Når dere utfører *Tabligh* og deler ut litteratur og pamfletter til den tyske befolkningen, er dere med på å utføre Jihad.

Noor sahib var også i forsvaret, om det fortalte han: Å være i forsvaret var ikke noe problem, med unntak av en vinterøvelse som falt under Ramadan.

Den gangen måtte alle menn gjøre millitærtjeneste og grunnen måtte være god for å slippe det. Man kunne gjøre siviltjeneste, men da måtte man ha en såkalt god samvittighetsgrunn. Jeg var veldig i tvil pga atomkrigen, og jeg hadde konvertert til islam som var fredens religion. Men islam ville jo ikke være pasifistisk. Det ble til at jeg kom på sesjon og håpet på å komme i hæren. Men det gjorde jeg ikke, jeg kom i luftforsvaret.

Spesielle omstendigheter førte til at jeg ble overført fra rekruttskolen på Gardermoen til Luftforvarets befalsskole i Stavern. De andre hadde allerede tjenestegjort der noen uker da jeg kom. Jeg ga klar beskjed om at jeg var muslim, og jeg kan ikke huske at det førte til noen problemer, heller ikke når det gjaldt bønnen. Det var heller slik at jeg ble vist respekt. Men det var også viktig for meg å vise at jeg hadde respekt for de andre, selv om jeg ikke alltid delte deres oppfatninger. Jeg skal nevne et eksempel på det. Stort sett hadde vi helt fri annenhver helg, mens vi annenhver helg hadde tjeneste på lørdag, og ikke tillatelse til å reise hjem. Bruk av alkohol i leiren var strengt forbudt, men det var likevel slik at etter endt tjeneste lørdag ettermiddag kom blikk-krusene våre på bordet i den gamle "tyskerbrakka" hvor vi bodde på seksmannrom. Så ble det skjenket i en skvett rom, og deretter cola. Jeg ga selvfølgelig beskjed om at det for meg som muslim ikke var aktuelt å røre alkohol, men det var heller ikke slik at jeg demonstrativt forlot rommet. Jeg ble sittende. Rom ble skjenket i fem av de seks krusene, cola ble skjenket i alle seks. Jeg opplevde aldri at noen forsøkte å lure meg; jeg opplevde aldri å bli ertet. Det var for øvrig mens jeg gikk på befalsskolen i Stavern, altså i 1961/1962, at jeg holdt mitt første foredrag om islam. Det var i gymnasiesamfunnet på Tønsberg gymnas. Jeg tror at dette var det første offentlige foredraget om islam, holdt av en norsk muslim, og manuskriptet har jeg fremdeles.

Etter den grunnleggende befalsutdannelsen ble jeg beordret til spesialistutdannelse på luftvernartilleri (altså luftvernkanoner), og deretter til opplæring på noe som het NIKE-raketter. Deretter ble jeg beordret til NIKE-batteriet på Trøgstad. Dette var ett av de fire rakettbatteriene som fra 1959 til 1990 skulle forsvare Oslo mot luftangrep. Noe bedre luftforsvar har Oslo aldri hatt, tror jeg.

Jeg var nok den aller første muslimske befalingsmann, og senere den aller første muslimske vernepliktige offiser, i det norske forsvaret. Min tjeneste ved NIKE førte for øvrig til at jeg i 1963 var med en gruppe som dro Fort Bliss i USA for å trene på å skyte ned luftmål der - ikke i strid med amerikanerne, men i samarbeid med dem.

Del 2 vil InshAllah bli publisert i neste utgave av Zainab

Så sent som i dag tenkte jeg på barnebarna og meg. Og da tenkte jeg at en av de største forskjellene var at det for meg og min generasjon var utenkelig å sitte inne i mange timer en dag. Det var en straff for oss. Nå føles det som om det er en straff for barna å bli sendt ut. Barn har jo dataspill og sånt nå. Det har vært en generasjonsendring… Jeg pleide å løpe ut og spilte fotball, jeg.

Jeg gikk ofte på skøyter på Bislett. Vi bodde i nærheten avSt.Hanshaugen og da gikk jeg ofte ned til Deichmanske bibliotek, som er hovedbiblioteket i dag, og det var en halvtime å gå. Men vi gjorde det, og brukte ikke 10 øre for å ta trikken (det kostet 10 øre å ta trikken da).

En ting som formet meg (noe som også går igjen i mange pakistanske hjem) var at jeg var bevisst på at jeg var den eldste i hjemmet. Det var heller ikke sånn på den tiden at vi maste om å få ting, slik man ofte gjør i dag. Vi hadde det ikke så bra økonomisk, det lå over det hele. Vi hadde det ikke vondt og fikk det bedre etter hvert, økonomisk. Men bare som et lite eksempel... Jeg husker at en flaske melk på den tiden kostet 50 øre. Panten var også på 50 øre, og brød kostet også 50 øre. Det hendte da at vi ikke hadde noe mer enn tre tomme glassflasker hjemme. Da pleide jeg å ta med meg de tre tomme glassflaskene til melkebutikken og hadde råd til å kjøpe et brød og melk. Dette har preget meg helt til voksen alder, selv om dette ikke var noe vi opplevde daglig. Da jeg var rektor hørte jeg ofte lærere sitte og klage om de gangene de skulle på tur, og jeg sa at turen ikke skulle koste elevene noe. Det var i slike tilfeller at noen av lærerne viste til at mange av elevene hadde penger nok til festing, og jeg da viste til at selv om det var tilfellet for mange, hadde vi også elever som kom fra familier med dårlig økonomi der selv en uforutsett ekstrautgift på bare noen få kroner ville være et problem.

Husker at jeg en gang måtte be mor om en krone, eller 50 øre til en skidag vi skulle ha og det å be mor om de pengene gjorde vondt for meg.

Ofte når jeg tar imot skoleklasser i Moskeen, og de ser gamle meg som står der, sier jeg ofte til dem, bare for å være litt frekk og morsom, dere forstår ikke hva jeg prater om. For da jeg vokste opp var Norge luthersk, det var hvitt og det var «ikke tråkk på plenen». Om vi passerte noen som var mørkhudet, snudde vi oss og stirret, ikke fordi vi mente noe negativt med det, men ganske enkelt fordi synet var så uvanlig.Vi hadde veldig mye kristendomsundervisning på skolen og lærte mye salmer og slikt. Videre preget det at vi hadde en statskirke, mange av lovene våre, og i tillegg til dette, preget kristendommen folks oppfatning av hvordan man kunne oppføre seg på for eksempel søndager. Min kjære kone har for eksempel fortalt at i Trøndelag, der hun vokste opp, var det å strikke noe man ikke gjorde på en søndag for det var arbeid. Det var altså mange uskrevne regler for hvordan man skulle oppføre seg. Man skulle holde hviledagen hellig

«Var det sånn at folk oppdaga det hvis noen satt og strikka på en søndag? Var det mye sosial kontroll?»

Svar fra Noor sahib sin kone: «På landet var folk mer opptatt av hva naboene gjorde enn man var i byen. Men det var avhengig av hvor religiøs man var»

millioner muhammadanere. Her i Norge hadde en meget negativ oppfatning av muhammedanismen, men nettopp det at så mange hundre millioner mennesker likevel trodde på den, fikk meg til å tenke at det kanskje kunne være vår egen beskrivelse og oppfatning av religionen som var feil, og at jeg burde undersøke nærmere hva disse muhammedanerne selv mente, ikke bare nøye meg med å lese hva ikke-muhammedanere skrev om den religionen.Akkurat denne tanken fikk næring gjennom noe jeg leste i et særhefte vi hadde om middeladeren. Da jeg gikk på gymnaset på 1950-tallet, snakket man gjerne fremdeles om "den mørke middelalder". Senere har jo historikerne nyansert dette bildet betraktelig, men den gang altså fremdeles "den mørke middelalder", og for å illustrere dette brukte forfatterne av heftet et eksempel som lød omtrent slik" "Når middelalderens lærde ville vite hvor mange tenner en hest hadde, spurte de hverandre: "Hva har Aristoteles skrevet om dette?" Ingen tenkte på å gå bort til en hest for selv å telle."Og så kom det interessante.. Jeg hadde en klassekamerat som het Rune som var interessert i islam. Han hadde fått adressen til Kamal Yousaf sahib som bodde i Sverige på den tiden. Jeg fikk også adressen. Vi begynte å skrive til han og til en svensk muslim. Husker fortsatt spenningen rundt det å gå ned og hente brevet fra postkassa.. Jeg ble mer og mer overbevist om at de 400 millionene av mennesker ikke var dumme allikevel og ble mer og mer interessert i islam. En av tingene som gjorde veldig inntrykk på meg var da jeg leste om Profeten Muhammad[saw] sitt liv og så at her har du et menneske som får totalmakt. Hva bruker han den makten til? Lever et ekstremt fattig liv, lever så ydmykt. Hvis et sånt menneske sier han er profet, så tror jeg han på det. Selve møtet med hans livshistorie gjorde inntrykk. Ellers hadde man jo den krigerske profeten i minne når man snakket om Profeten Muhammad[saw] på den tiden, men inntrykket mitt forandra seg.

I februar 1957 konverterte jeg, klassekameraten min og en kompis med han.

Hva gjelder mine foreldres reaksjon.. På den tiden var kristendommen rådende i Norge. De aller fleste var medlemmer av statskirken. Mine foreldre var også medlem av statskirken men de var ikke noen aktive kirkegjengere. Men de var, som mange andre, besøkere av kirken i juletider. Da jeg konverterte, reagerte min mor veldig negativt. Ikke først og fremst av religiøse grunner, tror jeg, men mer av bekymring for hvordan det skulle gå med meg, for eksempel med tanke på det å få jobb. Og det gikk jo aldeles galt.. Ble jo både lærer og rektor av meg! Men, jeg forstår henne.. Og det var ikke særlig fristemning hjemme i en periode. Men min far, han sa at han skjønner meg. Fordi han i sine yngre år var interessert i katolismen noe som var spesielt da han vokste opp.

Den tiden besto av mer autoritet enn man ser i dagens Norge. Og jeg skal innrømme at det var episoder hvor både jeg og min bror ble lagt over knærne til min mor og vi fikk ris. Det går jo ikke i dag.. I dag hadde det blitt klage til barneombudet. Men sånn var det på den tiden. Selv om det var rutiner så var det ikke noe frykt- eller terrorregime. Men mor var fryktelig flink til å bake og lese, og da husker jeg at vi på lørdagskvelden (Vi hadde 6-dagers uker tidligere, med skole i 6 dager) hadde fri og vi hadde en barnetime hver lørdagskveld som var viktig for oss på den tiden. Husker at min mor ofte bakte på den tiden og vi hadde ofte besøk av kameratene i gaten; vi hadde besøk oftere enn vi var på besøk hos andre.

INTERVJU MED NOOR AHMAD TRULS BØLSTAD SAHIB – NORGES FØRSTE AHMADIYYA MUSLIM DEL 1

Skrevet av: Annum Saher Islam

Videre følger et referat av et intervju med Noor sahib og hans kone

Min far var født i 1906, min mor i 1907. Begge var norske. Min far hadde en vanskelig oppvekst men var etterhvert på sjøs, jobbet på fabrikk, jobbet på kontor. Han møtte mest sannsynlig min mor i dagens Gdansk (het Danzig før), som på den tiden var en fristat i mellomkrigstiden. De giftet seg i 1939 og jeg ble født i 1941. De ble dessverre skilt i 1945. Jeg vet ikke alle grunnene, men en av grunnene var nok påkjenningen under den andre verdenskrigen da de begge var i motstandsbevegelsen. De hadde meg, som var eldst, og så en yngre sønn som var halvannet år yngre enn meg. Vi begge vokste opp hos vår mor. Far het egentlig Leo Asbjørn Bølstad, men brukte aldri Leo. Mor het Hjørdis Bølstad. Pikenavnet hennes var Stockinger. Hun tok etternavnet Bølstad da hun giftet seg, slik det var vanlig den gang og etter hvert tok hun opp igjen bruken av pikenavnet og kalte seg Hjørdis Stockinger Bølstad. Hennes farfar kom fra Østerrike og han regnes som turnsportens far i Norge. Det finnes en byste av han i Arendal. Han var en veldig sentral person i norsk idrettsbevegelse.

Jeg og min bror, Per, hadde et godt forhold. Han døde dessverre i 2007. Vi var veldig forskjellige, men vi hadde det fint sammen.

Vi hadde det vanskelig, men det var det veldig mange som hadde i etterkrigstiden. I dag snakker man om merkeklær og klesmerker som noe stort, men på den tiden fikk familiene utlevert rasjoneringskort på klær, matvarer, tobakk osv. Typen og mengden kort varierte med antall familiemedlemmer og alder. Når man skulle handle, og om det i det hele tatt var noe å få kjøpt, måtte man levere rasjoneringskortet til butikkbetjeningen, som så klippet av merker tilsvarende den mengde varer man hadde kjøpt. F.eks. xxx merker pr. meter stoff eller antall knapper eller trådsneller, eller merker fra et annet rasjoneringskort for mel eller sukker osv. I tillegg betalte man selvfølgelig prisen for varen. Det var nok enklere å ha dårlig råd da enn nå siden tiden ellers var preget av dårlig råd.

Vi bodde i Oslo og jeg gikk på Ila skole. Jeg var interessert i historie og spilte mye fotball. Da jeg var omkring 14 begynte jeg å lure på eksistensielle spørsmål og leste masse filosofi og religion. Først leste jeg om kristendommen og alt mulig innen kristendommen, så leste jeg om hinduismen og buddhismen. Så leste jeg faktisk om bahai. Sist av alt leste jeg om muhammmedanisme(Jeg bruker det uttrykket, fordi det var det som ble brukt på den tiden. Var ikke noe negativt, men det var det ordet som ble brukt om Islam før). To vesentlige grunner til at jeg leste om det var at vi hadde en bok om fremmede religioner da jeg gikk i første klasse på gymnaset, og i den var det religionsstatistikk som fortalte at det var 400

Vi skal ikke la våre handlinger bli styrt av kortsiktige egeninteresser. Vi bør ikke forhandle eller kreve belønning/gjengjeldelse fra våre medmennesker, men heller søke Allahs påskjønnelse. For å kunne opparbeide gode gjerninger er man nødt til å legge vekk sitt ego. Man kan ikke oppnå Allahs velbehag uten å ofre sitt ego. Først når vi klarer dette vil vi kunne oppnå den virkelige lykke, glede og fred. Livet handler om å veie flere interesser samtidig. Gjennom våre handlinger skal vi etterstrebe de verdier som Allah har definert som gode, som for eksempel rettferdighet og fred. De av våre handlinger som skaper mer fred og rettferdighet for hele Allahs skaperverk, er de handlinger som er gode og som vil gi oss lykke, glede og indre fred.

Disse gode handlingene vil også forskyve det onde vekk fra oss. Farene og frykten vil distansere seg jo mer vi blir forent med det gode og Allah. Måtte Allah hjelpe oss på denne veien.

Tarbiyyat av barn

Umera Noshin

I mentaltrening er det et begrep som heter anker. Et anker er noe som lagrer minner hos oss på et dypt nivå i underbevisstheten. De fleste kan relatere seg til dette i forhold til lukt. Vi vet at lukter kan minne oss på noe eller noen. Vi vet også at minner utløser følelser hos oss. Vi kan bli glade om disse minnene omhandler en person vi er glad i. Om vi blir minnet på mat vi liker godt kan vi bli sultne.Lagret i disse minnene - følelsene ligger den sterke ressurs. Når vi minnes om noe vi er glad i kan dette utløse en rush av glede og energi hos oss. Vår tankekraft er så sterk at dette kan få fysiske reaksjoner også. Ved å lukte mat vi liker godt, kan vi få vann i munnen, en helt konkret fysisk reaksjon.

Om vi da videre forstiller oss at vi bruker denne kunnskapen bevisst, for å hente ressurser i forskjellige situasjoner når vi trenger dette. Og om vi avanserer videre og tenker at vi kan lage slike ankere for barnet vårt, kan vi få raskt bukt med ulike situasjoner, og vi kan lære barna det samme.

Anker handler egentlig om å knytte ting. Dette kan være at vi benytter oss av ubevisst eller fysisk minne. Dette kan vi gjøre fra barn er helt nyfødte, det er bare viktig å være konsekvent. Som et eksempel kan vi ankre søvn hos nyfødte. Om vi gir dem noe bestemt, som en sutteklut, smokk eller noe annet som de kun får når de skal sove. Med så små barn er det viktig å avgrense ankeret, spesielt om det er en gjenstand, slik at vi tar vekk gjenstanden når behovet er ferdig. Dere kan relatere dette til bilsete. Bilsete er da et sterkt anker knyttet til bil. Noen barn sovner i det øyeblikket du setter de i seten fordi de elsker å sove i bil. Det spiller ingen rolle at man ikke har satt den i bilen enda, fordi barnet vet hva den stolen betyr.

Det enkleste ankeret man kan legge og bruke er fysisk. Hvis vi hver gang barnet føler seg glad, stolt, sterk eller andre positive følelser legger et fysisk anker kan vi bruke dette når barnet trenger de ressursene. For å forklare gjennom et eksempel: Hver gang barnet har positive følelser gir dere skulderen til barnet et forsiktig trykk. Dette vil lagre mange positive følelser, men vi må gjøre det gjentatte ganger og helt konsekvent. Hvis barnet da kommer opp i en frustrerende situasjon kan dere gi skulderen et lett trykk så vil dere se at de positive følelsene vil bli utløst og barnet vil lettere takle frustrasjonen. Men ikke utløs ankeret før det er godt festet. Først må vi ankre de gode følelsene og være helt sikre på at det positive ankeret sitter godt. Først da kan vi bruke det for å løse/takle negative følelser.

Fortsetter side 29

fra sine egeninteresser og for å få oppfylt flest mulig av sine egne begjær. Skal du gjøre noe godt for andre, må det helst gagne deg selv også.

Hva vi definerer som gode og onde handlinger varierer fra kultur til kultur. En og samme handling kan forståes som dårlig i et samfunn, og samtidig bli oppfattet som bra i et annet samfunn. Det samme gjelder hvilken handling som blir ansett som en betydelig god handling og hvilke som defineres som mer middelmådig. Definisjonen av hva som er en alvorlig ond handling og hva som er av mindre alvorlig karakter, varierer også fra samfunn til samfunn. Disse definisjonene er menneskeskapte, og et resultat av hvordan mennesker har definert gode og onde handlinger. De har også sin historiske bakgrunn, om hvordan denne forståelsen har utviklet seg gjennom tiden.

I islam er troen på den ene gud, Allah, grunnlaget for gode gjerninger. Gode gjerninger gjør vi for å oppnå Allahs velbehag og ikke for egne egoistiske henseender. Det er gjerninger du gjør kun for å oppnå Allahs velbehag. Gode gjerninger tilegner man seg ved å være standhaftig og tro mot Allah, og ved å følge Hans foreskrevne veiledning. Altså ved å følge Hans ord, Koranen, og praksisen dvs. sunnah, vist gjennom den hellige Profeten, Hadrat Muhammad, Allahs fred og velsignelser være med ham. Du får ikke alle dine belønninger i dette liv, følgene av dine handlinger bærer du med deg i ditt neste liv. Derfor er det viktig hva du sender videre.

Sitat Al-Baqara kap.2, vers 111:

"Og hold bønn (regelmessig) og betal zakát. Og det som dere sender i forveien av godt for dere selv, det vil dere finne hos Allah. Allah ser visselig alt dere gjør."

Det gode oppnår du gjennom gode gjerninger. Det er gode handlinger som bærer gode frukter, som fred, likeverd, rettferdighet i en vid forstand. Det gode er ikke begrenset til en rase eller en enkel folkegruppe, men den omfatter hele Allahs skaperverk. Og virkelig lykke og glede oppnår man aktivt gjennom gode gjerninger.

Islam definerer betydelige- og middelmådige **gode** handlinger, og alvorlige- og mindre alvorlige **onde** handlinger på en spesiell, men logisk måte. En betydelig god handling er den gjerningen som krever mye av deg for å gjennomføre. Det å avstå fra alkohol vil være en større god gjerning, for en person som er sterkt avhengig enn for en som bare drikker ved spesielle anledninger. Det å støtte veldedige formål vil være en større god gjerning for en person som allerede er fattig, enn en person som gir litt av sin store formue. Likeledes er en alvorlig ond gjerning, den handling du anser som ubetydelig og ikke klarer å motstå og som har blitt en uvane. Det kan være tilbøyelighet til å nyte alkohol som er helt akseptert i samfunnet her. Eller det kan være det at en muslimsk kvinne ikke bærer hijab, fordi kulturen her anser det som feil. Enhver god og ond gjerning kan defineres ut ifra situasjonen en person befinner seg i. Og i ulike situasjoner vil en og samme handling kunne defineres som god eller ond, betydelig eller middelmådig, helt etter sammenhengen.

Gamle dyder og nye verdier

Naseem Chaudhry

I vår materialistiske verden som søker effektivitet og fortjeneste, blir det mindre og mindre tid til å pleie omsorg og kjærlighet, og det å vise medmenneskelighet. Alt blir målt i tid og penger. I dagens hektiske hverdag har vi knapt nok tid til å fundere over hva en god gjerning er, og om det har noen hensikt eller verdi å fremme gode gjerninger i det hele tatt? Hva er en gode? Hva er godt, og hva er en god gjerning? Trenger vi å gjøre gode gjerninger?

I vårt vestlige samfunn handler det gode om håp. Håpet er troen på det gode, at man samarbeider for å oppnå felles goder. Behandler du andre godt, vil de gjengjelde det gode med noe godt. Kjærlighet, velstand, nok mat og god økonomi definerer vi som typiske goder. Livet her handler om å etterstrebe flest mulig av disse «godene».

Det onde handler om redselen for det man frykter. Det er vår redsel for de farer som kan ramme oss, og som vi prøver å komme oss unna. Det kan være sult, krig, fattigdom, sykdom og død. Det handler om å skyve angsten og frykten lengst mulig vekk fra oss. Og klarer vi å opparbeide flest mulig goder og samtidig skyve vekk frykten og det onde lengst mulig bort fra oss selv, så tror vi at vi blir lykkelige og glade... Denne oppfatningen er ikke universal, men en kulturbetinget forståelse.

For å gå nærmere inn på dette temaet i en norsk kontekst vil jeg ta utgangspunkt i ordet «dyd». Et ord som nærmest har falt ut av vårt vokabular. Ordet «dyd» har et litt religiøst og uoppnåelig preg. Det hentyder til egenskaper som from, jomfru, stolt, gjøre seg kostbar eller for prektig. Disse egenskapene oppfattes som urealistiske for et normalt og feilbarlig menneske. Derfor tilstrebet man heller litt mer realistiske verdier for et normalt menneske med sine svakheter og tilbøyeligheter for synd. Dessuten har også hensikten vært å gå vekk fra den religiøse konteksten. Menneskene har prøvd å definere gode gjerninger uavhengig av religiøs tilhørighet. Mennesket kan være godt selv uten en tro på en gud. Med tiden har verdiene og moralen i samfunnet endret seg. Vi har innsett menneskets begrensninger, menneskets ego. Vi erkjenner at et hvert menneske står seg selv nærmest. Selvrealisering og individualisme har fått en sentral plass i samfunnet. Denne forståelsen har blitt så dominerende, at det å se andres behov eller hjelpe andre, ansees som uforenlig med menneskets natur. Gode handlinger eller dyder har blitt noe unaturlig, salig og overdrevent hellig. Det at man gir og forventer noe tilbake virker mer jordnært og menneskelig.

Denne forståelsen har bidratt til å utvikle verdier som fokuserer mest på menneskets begrensninger. Verdier som øker vår skepsis mot det å kunne gjøre noe utover våre egoistiske rammer. Man tror at menneskets begrensninger er så dominerende at det ikke nytter å utfordre dem en gang. Gode gjerninger er skrelt ned til en selvgodhet, der enhver jobber uti

Amli islah

Seher Tariq

Amli islah betyr det du gjør for å forandre deg selv. Hvordan kan man gjøre amliislah? Det er tre faser som alle må gjennom for at amliislah kan fullføres.

1. Kowateiradi er den første fasen. Det betyr at du er fast bestemt på det du skal gjøre.
2. Du har bestemt deg for at du skal forandre deg, men møter på ulike utfordringer altså Mustkilmizaji. Disse utfordringer gjør at du blir sterkere, du gir ikke opp og fortsetter å prøve om og om igjen til du lykkes med det!
3. Den siste fasen er Ilm som betyr kunnskap. Det er veldig viktig å ha god kunnskap om det du skal gjøre? Hvorfor gjør jeg det? Hva får jeg ut av det? Det er viktig at du vet både de positive og negative sider ved det du skal gjennomføre.

Et veldig godt eksempel på det er en hendelse som er blitt berettet i en Hadith:

En mann dro til Profeten Muhammad[saw] og sa

"Jeg har tre dårlige uvaner på gang, jeg drikker øl, jeg stjeler og lyver. Jeg ønsker å bli et bedre menneske, men klarer ikke å slutte med alle tre uvaner på en gang. Derfor har jeg bestemt meg for å slutte med kun en av dem. Jeg har kommet her for å rådføre meg med Dem om hvilke av handlingene jeg bør slutte med"

Til dette svarte Profeten Muhammad[saw]:

"Slutt å lyve! Kom til meg om tre dager og fortell hvordan det gikk"

Mannen dro av gårde, med et løfte (kowateiradi) om at han aldri skulle lyve mer. Da denne mannen om natten skulle ut for å stjele tenkte han hva skulle han si hvis Profeten[saw]spør etter tre dager spurte om han hadde stjålet de siste tre dagene? Han gikk videre og fikk lyst til å drikke, men den samme tanken slo tilbake, hva hvis Profeten[saw] spør ham om han hadde drukket de siste tre dagene?

Løfte om å ikke lyve holdt han unna flere synder, etter tre dager gikk han til profeten Muhammad[saw] og fortalte at han hadde klart å slutte med alle tre uvanene.

Ut ifra denne lille historien kan vi se at mannen gikk gjennom amliislah. Profeten Muhammad[saw] ba ham å slutt å lyve. Mannen var fast bestemt på at dette skal jeg gjøre; (KowateIradi). Mannen møtte på mustkilmizaji, da han fikk lyst til å stjele og drikke øl, men gjorde ikke fordi han var fast bestemt på det. Samtidig hadde visste han (Ilm) at Profeten skulle spørre ham om det. Denne kunnskapen fikk han til å være sterkere og til slutt klarte han å legge om uvanen sin.

Kilder: Hadrat Mirza MasroorAhmeds[aba] fredagsspreken 10.10.2014

En kvinnes plikter ovenfor sin ektemann

Nida Akram

I sura Rum, vers 22 sier Allah; *Han har skapt deres ektefeller av deres egen art, for at dere må finne sjelefred hos dem, og Han har skapt kjærlighet og barmhjertighet mellom dere. I dette er det sannelig tegn for folk som vil tenke seg om.*

Den utlovede Messias[as] sa: Når en jente gifter seg holder hun to nøkler i sin hånd. Den ene nøkkelen går til døren til harmoni og enighet mens den andre til døren til krangel og uenighet. Hun kan åpne den døren hun ønsker. Heldige er de kvinnene som åpnet døren til harmoni. En jente bør respektere sine svigerforeldre svært mye da etter bryllupet blir hennes bånd sterkere til svigerforeldre enn til sine egne foreldre. Elendig er de kvinnene som prøver å skape avstand mellom sin ektemann og hans foreldre.

Allah ba Muhammad[saw] kunngjøre at den som har fått to døtre og oppdrar dem godt vil bli belønnet med Himmelen. Når den samme jenta senere blir mor blir hun beæret med at Himmelen blir lagt under hennes føtter.

Det er naturlig for en jente å planlegge framtiden sin. Hvordan hun ønsker at hennes ekteskapelig liv skal være fylt med kjærlighet og oppmerksomhet. Når hennes svigerfamilie eller ektemann ikke svarer til forventningene kan det fort skape uro i ekteskapet. Da er det lett å glemme Koranske vers, hadith, eksempler på diverse profeters forhold til sine koner og prekener til kalifene. Det eneste som en husker da er hvilke plikter en mann har ovenfor sin kone. Kjære søstere, i en slik situasjon, er det ikke like viktig å fokusere på hva Gud har pålagt deg som kone?

Den fjerde kalifen[ra] sa: når det sies at Himmelen ligger under morens føtter så betyr det ikke nødvendigvis at den ligger under enhver mors føtter. Det gjelder kun de mødrene som viser tegn til å ha gjort seg fortjent til Himmelen. Når Gud og Hans kjære Profet[saw] har beæret en kvinne på den måten, er da ikke hennes plikt at hun følger retningslinjer som vil skape kjærlighet i det ekteskapelige forholdet hennes?

Mir Muhammed Ismail ga følgende råd til sin datter:

*«Den aller første plikten til en kone er at hun prøver å bli kjent med sin ektemanns ønsker. Den neste etappen, altså det å leve i harmoni vil da bli mye enklere (...). Debattere og svare tilbake vil slette kjærligheten en mann har til sin kone på samme måte som et viskelær visker bort skrift skrevet med blyant.»*Misbah, juli 2004, s.15.

Det livet en jente har levd da hun bodde sammen med sine foreldre er gjerne veldig annerledes enn den hun møter som gift. Det er trist at i noen hjem er barn vant med stadig krangel og uenighet. Det er verdt å merke seg at for de barna vil det være vanskelig å skape et annerledes hjem til sine barn og fremstå som harmoniske foreldre. Det er derfor ytterst viktig for en mor å ta tak i dette i sitt hjem med tanke på at hun er ansvarlig for den neste generasjonen.

For å skape et godt hjem kreves det tålmodighet og innsikt. Dersom vi, i stedet for å kreve av mennesker, heller fokuserer på å be Gud om hjelp vil vi sannelig oppleve sinnsro. Dersom vi lærer oss den dype betydningen i bønnen i Sura Fatiha

"Deg (alene) tilber vi, og hos Deg (alene) søker vi hjelp"

og lever etter den vil ektefellene i mellom, og ikke minst begge svigerfamiliene leve i balanse og fred.

Måtte Gud hjelpe oss og våre kommende døtre til å fullføre våre plikter. Amen

mye større rett til å være hjemme enn det mannen har. Kvinner trenger mer tid for seg selv slik at de kan fylle det ansvar de har i hjemmet og for menneskehetens kommende slekter. Og deres innsats trenger å få den respekt, anerkjennelse og status den faktisk fortjener. Dette privilegium har kun kvinner fra den rikeste klassen i Norge i dag, men da uten den respekt og status som burde følge med.

Ut i fra et økonomisk perspektiv forskriver Islam lik lønn for likt arbeid, uavhengig av kjønn. En av de viktigste årsakene til kvinnens inntreden i arbeidslivet var den skjeve kjønnsbalansen i samfunnet etter 2. verdenskrig, da mange menn mistet livet og det ble et flertall av kvinner og barn. Da måtte kvinnene ut og ta dette ansvaret. Samfunnet utvikler seg etter hvordan vi innretter oss. Før var økonomien slik at èn inntekt var tilstrekkelig for å forsørge en familie. Mens i dag er normen at det krever to inntekter for å forsørge en familie. Og følgene blir at omsorgsoppgavene hjemme blir forsømt. Globaliseringen gir også sitt utslag på arbeidsmarkedet. Mange må reise ut til andre land for å få seg arbeid. På søndag 15. mars tok forsiden i Aftenposten opp dette temaet. Flere barn må i dag vokse opp uten far og mor bl. a. i Maldova som er det fattigste landet i Europa. Dette viser hvilken retning utviklingen går. Staten har overtatt mye av omsorgsoppgavene, men resultatet er på langt nær like tilfredsstillende som når familien selv sørger for disse oppgavene. Staten kan for eksempel ikke innfri den nærhet, harmoni og kjærlighet som denne oppgaven forutsetter.

Samfunnet trenger å anerkjenne viktigheten av de ansvarsoppgavene som tradisjonelt har ligget under kvinnerollen. Og disse nødvendige oppgavene trenger å få sin respekt, prestisje og status anerkjent mer enn noen sinne.

De fleste Ahmadi kvinner er godt utdannet og aktive i mange faser av livet, og samtidig opprettholder de sin verdighet gjennom Islam. En av de vakreste aspekt i islam’s lære, er at ved å definere kvinners rolle i samfunnet og deretter gi verdighet til denne rollen, føler muslimske kvinner seg fullbyrdet. Dette er en stor velsignelse fra Gud den Allmektige.

kvinner i Arabia endret seg dramatisk med framveksten av Islam. Store endringer fant sted i kvinnens stilling. Samfunnet ble gitt klare føringer, gjennom Koranen og Profeten[saw], for hvordan kvinner skulle behandles i sine roller som en datter, kone og mor. Islam ga kvinnene deres grunnleggende rettigheter på en rekke områder. De fikk eiendomsrettigheter, arverettigheter, de fikk rett til å utdanne seg og bygge sin karriere. De ble likestilt i forhold til det å kunne oppnå Allahs velbehag gjennom gode gjerninger.

Koranen er unik blant alle Skriftene i at den gjentatte ganger understreker kvinner og menns likestilling i mange vers. Det etterlater ingen tvil om likestilling når det gjelder den åndelige utviklingen, og det å kunne oppnå Allahs velbehag. Koranen sier:

«Sannelig, muslimer – både menn og kvinner – de troende menn og de troende kvinner, de lydige menn og de lydige kvinner, og de sanndru menn og de sanndru kvinner, og de utholdende menn og de utholdende kvinner, og de ydmyke menn og de ydmyke kvinner, og de menn som gir almisse og de kvinner som gir almisse, og de fastende menn og de fastende kvinner, og de menn som vokter over deres ærbarhet og de kvinner som vokter over deres ærbarhet, og de menn som ihukommer (Allah) meget og de kvinner som ihukommer (Allah) meget – alle dem har Allah beredt tilgivelse og en stor belønning.»(Sura Al-Ahzab, vers 36)

Islam gir kvinnen et likeverd i forhold til mannen. De har ulike ansvarsoppgaver, men det er like fult mulig å oppnå Allahs velbehag for kvinner som menn. Dette har stor betydning, fordi det å oppnå nærhet til Allah er selve hensikten bak dette liv.

En muslimsk kvinnes primære oppgave er hennes plikt ovenfor Allah, og deretter hennes plikt ovenfor hennes medmennesker. Islam påpeker kvinnens fremste oppgave; det å ivareta sin ektemann og barn. Men det innebærer ikke å begrense henne til denne rollen; hun har rett til å gå ut og jobbe hvis hun ønsker det, men hun er ikke forpliktet til å bære det økonomiske ansvaret for husholdningen. Hun oppfordres til å søke høyere utdanning for hennes egen utvikling, og senere for hennes avkom. Purdah bidrar til et beskyttet miljø med respekt og verdighet. På ingen måte begrenser det hennes søken etter en profesjonell karriere eller for lønnsom aktivitet.

For å kunne skape en sunn balanse mellom kjønnene er det viktig å erkjenne både de faktorene der menn og kvinner er likestilt, men også de faktorene som skiller dem. Det økonomiske og sosiale systemet kan ikke ignorere de fundamentale forskjellene mellom kjønnene. For eksempel er det kvinner som føder barn, og menn er fysisk sterkere bygd enn kvinner. Det er hovedsakelig på grunn av slike ***naturlige*** forskjeller mellom mann og kvinne at Islam tilrår ulike roller for de to kjønn. En kvinne bør så langt mulig være fritatt for det økonomiske ansvaret for familien. Prinsipielt må dette ansvaret ligge på mannens skuldre. Kvinner må ha en

blir sett på som noe ikke-produktivt, frivillig og gratis arbeide.

Omsorgsarbeid er ofte lavt betalte, lite respekterte yrker med lavere status i samfunnet. Kvinner har ikke klart å skape respekt og få høyere status for de tradisjonelle kvinneyrkene. Kvinnene har isteden forlatt disse oppgavene og dratt ut av hjemmet for å konkurrere med menn på deres arena for å bli verdsatt på lik linje med dem. Ideelt sett ønsker man at menn og kvinner bærer likt ansvar på alle områder, uansett om det er hensiktsmessig eller ikke. Både kvinner og menn må stå økonomisk ansvarlige, og de har likt ansvar for omsorgen for barna og de eldre. Veldig ofte blir resultatet at pengene styrer hva vi prioriterer, ikke behovet eller hva som er hensiktsmessig for familien i helhet.

Ikke bare storfamilien, men også kjernefamilien (mor, far og barn) begynner å bli unntaket mer enn regelen. Skilsmisser, alenemødre, halvsøsken og familier som stadig oppløses og dannes, vitner om en ustabil tilværelse. Eldre mennesker er ofte isolerte og finner lite mening med livet.

Man har prøvd å etterstrebe likestilling og jevnere makt på bekostning av forutsigbarhet, stabilitet og fred i familielivet.

Jeg vil nå se på hvilke løsninger Islam anbefaler for denne problematikken. Islam legger retningslinjer for et fredelig og ideelt samfunn. Et slikt samfunn forutsetter et sosialt system som definerer rettigheter og plikter til et hvert individ. Et slikt system vil frembringe en balanse i rollene og statusen til menn og kvinner, og dermed vil kvinners status settes på lik linje med menn. Et slikt samfunn var faktisk opprettet over 1400 år siden av den hellige profeten Muhammad (Allahs fred og velsignelser være med ham), gjennom veiledning av Allah i Koranen. Da fikk muslimske kvinner en rekke grunnleggende rettigheter, og deres rolle og status i samfunnet ble definert.

Før vi diskuterer kvinnens stilling i Islam, er det viktig å forstå hvilken stilling kvinner hadde i samfunnet før Islamsk tid. Den ideelle balansen mellom menn og kvinner forutsetter noen grunnleggende rettigheter også for kvinner. Akkurat dette var det faktisk Islam som brakte til verden allerede i det 6. århundret. I pre-islamske Arabia, og i resten av verden, ble kvinner behandlet som slaver og gjenstander uten rettigheter. Kvinner kunne verken eie eller arve eiendom. De hadde ingen rettigheter over sine barn eller seg selv. Faktisk kunne de bli solgt eller forlatt av sine ektemenn. Hvis de ble mishandlet av sine ektemenn, hadde de ingen mulighet til å skille seg. De hadde ingen reell status i samfunnet, ikke ble de respektert som hustru, mor eller datter. Kvinner fikk lite eller ingen utdannelse, og hadde ikke noe å si i religiøse spørsmål, fordi man antok at deres åndelighet og intellekt var begrenset.

Profeten[saw] hadde sin advent ca. år 570 e.kr. Den sosiale statusen til

Et samfunn med likestilling eller likeverd?

Naseem Chaudhry

Man har prøvd å etterstrebe likestilling og jevnere makt på bekostning av forutsigbarhet, stabilitet og fred i familielivet.

8. mars er kvinnedagen. Og da liker vi gjerne å sette fokus på temaet likestilling mellom kjønnene. Det handler om å fremme like muligheter og rettigheter for kvinner og menn. Likestilling handler også om rettferdighet, like muligheter til innflytelse, rettferdig fordeling av ansvar og byrder, rett til å føle seg trygg, og ha respekt for menneskeverdet.

Når jeg ser på samfunnet i dag, lurer jeg på om vi faktisk har klart å oppnå noe av dette, eller bare tror vi det? Kanskje er det bare en illusjon at vi er mer likestilt enn vi faktisk er?

Jeg lurer på, dersom den industrielle revolusjonen ikke hadde funnet sted, hadde vi klart å oppnå likestilling da også? Mekaniseringen og effektiviseringen har bidratt til at arbeidsoppgavene i dag har blitt mer like. Det dreier seg mer om å betjene maskiner, noe vi klarer like fint uansett om man er mann eller kvinne. Men likevel ser vi at i en og samme stilling vil en mann tjene mer enn en kvinne.

En annen tendens i samfunnet er at de yrker som både tradisjonelt og i dag domineres av menn har en høyere lønnsskala enn de yrker som domineres av kvinner. For eksempel advokat, ingeniører, leger, tømrer osv. er bedre betalt enn omsorgsyrkene som helsesøster, sykepleier, vaskehjelp osv. Denne forskjellen ser vi til og med når det gjelder fritidssysler. Fotballspillere, som oftest er menn, tjener mer enn håndballspillere, som oftere er kvinner.

Altså blir herreyrkene verdsatt mer i penger enn kvinneyrkene. Verdi innebærer ikke bare lik pengeverdi, men også anerkjennelse, respekt og status til den innsatsen man gjør. Om kvinner er hjemmeværende noen år når barna er små, opplever man å bli uglesett i arbeidslivet, som om man har sløvet og snytt samfunnet for arbeidskraft. Omsorg for barn og eldre

I hadith belyses det at før Profeten[saw] sendte bort en del av sine bevæpede folk på oppdrag under krig rådet han til følgende:

”O muslimer! Gå i Allahs navn for å bekjempe kun for Allahs skyld! Men pass på, ikke vær illojal eller uærlig i hva du får, og ikke bryt løfter eller pakten med din fiende. Ikke drep barn, kvinner, gamle eller presteskapet; og oppretthold lov og orden. Behandle folk pent, for Gud liker mennesker som behandler andre mennesker pent”.

Avslutningsvis vil jeg si at Profetens[saw] behandling av sine fiender var forankret i en human og fredelig tilnærming. Den er historisk eksemplarisk som vi alle kan lære noe av i verden og i dagens samfunn.

Thomas Arnold en historiker fordømmer de negative anklagelser om den hellige Profetens liv og praksis. Han påpeker at Profetens behandlinger av sine fiender beviser at han var ikke bare en av de største av alle profetene, men selv viste i praksis at hans ord og handlinger samstemte der ham kjempet for fred og samfunnets fellesskap. Den hellige Profeten Muhammad[saw] hadde virkelig status som en profet og ikke som en hersker på denne jord. Han har blitt beskrevet som ”profetens segl”, den beste og den mest eksepsjonelle av alle profetene.

Statusen til den hellige Profeten[saw]

I følge den utlovede Messias[as]

Jeg lurer alltid påhvor høy var statusen til denne Arabiske Profeten, som het Muhammad (tusenvis av velsignelser og fred være med ham). En kan ikke nå grensen for hans høye status og det er ikke mulig for et menneske å anslå korrekt hans åndelige effektivitet. Det er synd at hans rang er ikke blitt anerkjent som den burde ha vært.Han var den mesteren som restaurerte Guds enhet til verden, noe som hadde blitt forsvunnet fra verden.Han elsket Gud til det ekstreme og hans sjel smeltet avsympati for menneskeheten. Derfor Gud, som visste hemmeligheten til hans hjerte, opphøyde ham over alle profetene og alle de første og de siste og skjenket ham i hans levetid alt hanønsket".

Haqiqat-ul-Wahi, Ruhani Khaza’in, bind 22, s.118-119,
The Essence of Islam, bind I, s.197-198

Hvordan Profeten Muhammad[saw] behandlet sine fiender

Skrevet av en nylig konvertert

I dagens mediesamfunn blir islam og muslimer generelt fremstilt meget negativt. Mange ikke-muslimer i Vesten har et skremselsbilde av Islam, og de frykter muslimer. Med utgangspunkt i den økende grad av ekstremisme og terrorhandlinger både i den muslimske verden og Europa de siste årene står vi overfor store utfordringer. En av utfordringene i dagens samfunn er hvordan noen unge muslimer slutter seg til ekstreme grupper som ISIS og ISIL. Den islamske staten Irak og Levanten, forkortet IS, er en militant gruppe og organisasjon i Irak, Syria og Libya.

Denne organisasjonen har begått grusomme handlinger mot mennesker i Syria, Irak samt de vestlige. De har erklært ”krig”, og misbruker konseptet om Jihad i Islam ved å erklære alle som ikke aksepterer IS som en ‘Islamsk Stat’, som sine fiender. Hvordan IS har behandlet shiamuslimer, moderate sunnimuslimer, kristne, yezidier har dessverre ingen forankring i islamsk lære. I den sammenheng er det viktig å påminne muslimer og verden om ”Hvordan vår kjære Profet[saw] behandlet sine fiender, samt belyse hans unike karakter og praksis.

Historisk sett har orientalister ofte gitt et forenklet og uriktig bilde av vår hellige Profet Muhammad[saw] sitt liv og hans tilnærming til sine fiender. Jeg vil nevne noen historiske hendelser av Profeten[saw] for å vise konkret til hvordan han behandlet sine fiender og hvilke tilnærminger viste han mot dem under krig.

I de tidligere dagene som profet, da den hellige Profeten[saw] gikk til Taif for å gi Islams budskap ble han behandlet på en umenneskelig måte. Folket i Taif praktiserte aggressive og grusomme handlinger mot Profeten[saw]. De såret ham, de krenket ham, de kastet stein etter ham slik at han ble skadet. Til tross for dette ba Profeten[saw] bønn for folk i Taif.

Slaget ved Badr er en annen historisk hendelse der fienden var tungt bevæpnet, og de troende var i mindretall. De troende hadde ikke nok med utstyr for å kjempe mot fienden, og sultet, men de hadde tillit til Allah. I denne tilstand gikk to muslimer fra Mekka for å søke om tillatelse fra den hellige Profeten[saw]. Tillatelse for å delta i krig mot fienden, men de hadde en pakt med Mekkanerne, der de ikke var tillatt til å ta del i noen krig mot dem. I den sammenheng svarte Profeten[saw] : ”Dere må hedre pakten i alle fall. Dere bør ikke ta del i kampene. Vi trenger bare hjelp fra Gud (Sahih Muslim)”. Dette viser at profeten ikke var hevngjerrig og hadde moralske prinsipper overfor sine fiender.

Hevn er et naturlig instinkt og et universelt fenomen for alle mennesker. Profeten Muhammad[saw] tok imidlertidig aldri hevn av personlige grunner. Hadrat Ayesha[ra], kona til Profeten, har fortalt om at han aldri tok hevn av personlig nag. De eneste gangene ham ville reagere var for Guds skyld og Hans bud (Bukhari).

Hadrat Mirza Abdul Haq sahib er enda et eksempel. Han levde et langt og velsignet liv takket være sin kjærlighet til Gud, og døde 106 år gammel. Han jobbet som advokat, men hans virkelige yrke var å tjene sin tro. Dette viste han ved å jobbe noen timer hver dag som advokat for deretter å vie resten av sin tid til å tjene jammaaten. Han sa selv at han alltid prioriterte tro, tilbedelse av Gud, arbeid for jammat, samt å hjelpe de svake. I gjengjeld fikk han alt han ønsket seg og et langt konstruktivt liv. Han døde i en alder av 106 år (Ansarullah, desember 2013).

Allah sier i den hellige Koranen: "De som ble sittende (hjemme) av de troende, med unntak av syke, er ikke lik dem som kjemper for Allahs sak med deres eiendom og deres liv.Allah har opphøyd i rang dem som kjemper med deres eiendom og deres liv, over dem som sitter (hjemme). Og Allah har utlovet godt til enhver, dog har Allah utmerket de kjempende fremfor dem som sitter (hjemme), med en stor belønning… " (sura Al-Nisa vers 96)

Hadrat Chaudhry Zafarullah Khan er en mann med høy utdannelse. Han var en politiker, diplomat, høyesterettsdommer i India og Pakistans representant i FN. I tillegg har han forfattet mange av bøkene som i dag har en viktig plass i Ahmadiyya menighetens litterære arkiv.

Det ble skrevet mye om han på grunn av alle milepælene han har nådd i løpet av sin karriere. Til tross for disse oppnåelsene beholdt han sin ydmykhet om å kun tjene sin Jamaat og tro. Han var alltid den første til å adlyde Kalifatet og tjente Jamaaten etter beste evne. Han brukte sjeldent penger på seg selv, og gav istedet midler i form av stipend til mange fattige Ahmadiyya studenter og mennesker.

Dr. Abdus Salam (1926-1996) var en lærd Ahmadiyya muslim og fysiker. Han har skrevet utallige bøker og vitenskapelige monografier av mer enn tre hundre artikler, og ble i 1979 vinner av nobelfredsprisen. Han tok stolthet i å være Ahmadi og introduserte alltid seg selv som en Ahmadiyya muslim, en forkjemper for våre rettigheter. Han er et bevis på at det ikke er noen motsetninger mellom vitenskap og tro. Et poeng han selv fremhevet er; Jeg er både en troende og en praktiserende muslim, jeg er en muslim fordi jeg tror på det åndelige budskapet i Koranen. Jeg er en mann av vitenskapen men den hellige Koranen snakker til meg, og den understreker naturens lover" (Dr. Abdus salam -His faith& His science. side 7)

Hans artikler og bøker forteller verden at det ikke finnes noen motsetninger mellom vitenskap og religion. Vi er stolte over alt Dr. Abdus Salam har oppnådd og det faktum at han var en dedikert Ahmadiyya muslim.

Vi som individuelle personer må ta ansvar for å alltid stå til tjeneste, ofre vår tid, hjelpe jamaaten økonomisk, og ta høyere utdannelse for å bidra til jamaatens fremgang. Å tjene sin tro er alltid en velsignelse av Gud og du vil få din belønning fra Allah.

TJENE SIN TRO ER EN VELSIGNELSE FRA GUD

Shehla Ashraf

Verden er et venteværelse og vi er her kun for en kort periode. I virkeligheten er dette et vanskelig konsept for mange å oppfatte, og det er lett å glemme at vi ikke lever evig.

Allah sier i den hellige Koranen:"Vit at livet i denne verden kun er en lek og tidsfordriv og pynt, og (en kilde til) skryt blant dere selv og streben etter å få mest mulig av rikdommer og barn. (Dette livet er) som regn, som frembringer vekster som gleder de vantro. Deretter ernærer de (seg) og du ser dem bli gule. Deretter blir de til (verdiløs) halm og i det kommende er det en streng straff, men også tilgivelse fra Allah og velbehag (fra Ham).Og livet i denne verden er ingenting annet enn midlertidig nytelse av bedragerske ting." 27:21

Vi opplever stadig et økende fokus mot å oppnå verdslige mål. I dette søket glemmer vi helt pakten vi har gjort med Gud; at vi skal tjene vår tro over alt annet, vi skal finne tid til å bidra i arbeidet som fremskynder ahmadiyyat i hele verden.

Den utlovede Messias[as] sa: "Det finnes to typer mennesker, de som aksepterer islam men deretter blir opptatt av verdslige gjøremål og handel, og de som blir besatt av Satan. Jeg mener ikke at det er forbudt å drive handel, selv disipler drev med handel, men i motsetning til menneskene nevnt ovenfor foretrakk de alltid sin tro over det verdslige." (Malfuzat 1. side 311)

Profeten Muhammad[saw] kom til verden etter 6000 år med ventetid. Vi er vitner til at Profetens[saw] disipler ved hjelp av hans veiledning, ble forvandlet til mennesker som levde for sin tro. De kjempet og ofret alt av eiendeler, tid og liv for å nå sitt mål, nemlig å bringe mennesket nærmere Gud.

Hadrat Abu Bakar Siddiq[ra] kjempet hele sitt liv side om side med Profeten Muhammad[saw] og han ofret som andre, alt av eiendeler og tid. Hadrat Omar[ra] var også en av de som stod i første rekke da Profeten[saw] sa de trengte økonomisk og moralsk støtte til å spre Guds budskap.

Muslimer har til i dag ventet 1500 år på at en Messias skal komme. Ahmadiyya muslimer derimot er velsignet og privilegerte. Vi er heldige nok til å se og vite at den utlovde Messias[as] er kommet. Denne kunnskapen bringer med seg mange plikter. Blant annet det å ofre tid for og arbeide for menigheten, støtte menigheten økonomisk, og ta høyere utdannelse for å kunne bidra til jamaatens fremgang.

Det er akkurat dette disipler av den utlovede Messias[as] skal gjøre. Hadrat Munshi Abdullah Sanori sahib, Hadrat Molana Sheer Ali sahib, Hadrat bhai Abdulrahman sahib, er et par av de som gav avkall på alt det verdslige og levde sine liv for å tjene deres tro.

Hvorfor svinekjøtt er forbudt?

…Et punkt fortjener særlig oppmerksomhet. En av de ting muslimene har fått forbud mot å spise, er svinekjøtt. Det arabiske ordet for svin er *Khinzir* som er sammensatt av ordene *Khinz* og *Ara*. Det første betyr *svært stygg* og det andre *jeg ser*. Ordet betyr altså: «Jeg ser at det er svært stygt».

Det navnet Gud ga dette dyret fra begynnelsen, peker altså hen på den urenhet det er i besittelse av. Det er interessant å merke seg at på hindi kalles dette dyret *Suar*, som er sammensatt av *Su* og *Ar*, og som også betyr: «Jeg ser at det er svært stygt.» Det er ingen overraskelse at vi finner arabiske ord i hindi. I boken *Minanur Rahman* har vi bevist at arabisk er mor til alle andre språk, og at vi derfor vil finne mange arabiske ord i alle språk. *Su* er altså et arabisk ord og det tilsvarende på hindi er *bad*.

Dyret kalles også *bad* på hindi. På den tiden da arabisk fremdeles var det universelle språket, var utvilsomt dette dyret kjent i landet ved et arabisk ord som var synonymt med *Khinzir*, og slik er det den dag i dag. Sanskrit-formen av ordet kan ha endret seg noe, men det er ingen tvil om at det opprinnelige ordet er *Khinzir*, et ord som faktisk forklarer seg selv. Det bør ikke være nødvendig å diskutere om det er passende å anvende dette ordet om dyrets vaner. Alle vet at det spiser det motbydeligste og mest urene avfall, og at dets væremåte er til det ytterste skamløs. Grunnen til forbudet mot svinekjøtt burde således være innlysende. Om vi spiser det, vil det ha svært skadelig innvirkning både på legeme og sjel, for som vi tidligere har vist, påvirker menneskets føde både dets indre og ytre system.

Endog i før-islamsk tid var greske leger av den mening at å spise kjøttet av dette dyret, førte til skamløshet. Av samme grunn er det også forbudt å spise selvdøde dyr; det påvirker de moralske egenskaper og er skadelig for kroppen. Det samme gjelder dyr som blir kvalt eller drepes av slag.

Blodet, som i visse tilfeller blir værende i skrotten forderves hurtig og derved blir hele kjøttet fordervet. Nyere forskning har vist at bakteriestoffet i blodet på denne måten raskt forderver og ødelegger kjøttet

Islamske Grunntanker side 32-33

Al - Hadith

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَه‘ ـ

Hadhrat Osman bin Affan[ra]forteller at den hellige Profeten[saw] har sagt at ‘den beste av dere er den som selv lærer Koranen og lærer den bort til andre.’

(Bukhari Kitab fada’ilul Koran bab khairukum man ta’alamul Koran)

عَنْ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اَلاَ اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُه‘ ـ

Hadhrat Rafi’ bin Mu’alla[ra] forteller at den hellige Profeten[saw] sa til meg: «Skal jeg fortelle deg om det mest storartede kapitlet i Koranen før du går ut av moskeen? Deretter tok han tak i hånden min. Da vi var i ferd med å komme ut av moskeen sa jeg til ham: ‘Å Allahs Budbringer[saw]! Du hadde sagt at du ville fortelle meg om det storartede kapitlet i Koranen. Han svarte: Det er «Alhamdulillahirabbilalamin» (all lovprisning tilkommer Allah alene, verdenens Herre), det åpnings kapitlet som inneholder sju ofte-gjentatte vers og den Storartede Koranen som er blitt skjenket meg’»

(Bukhari kitab fada’ilul Quran bab fadl fatihatulkitab)

نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ

33. som en underholdning fra (den) Tilgivende (og) Barmhjertige.

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا
وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ

34. Og hvem fører skjønnere tale enn den som kaller (mennesker) til Allah og handler rettferdig, og sier: Sannelig, jeg hører til dem som underkaster seg (Allah) fullstendig?

وَلَا تَسْتَوِى ٱلْحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُ ۚ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ
فَإِذَا ٱلَّذِى بَيْنَكَ وَبَيْنَهُۥ عَدَٰوَةٌ كَأَنَّهُۥ وَلِىٌّ حَمِيمٌ

35. Og godt og ondt er ikke likt. Gjengjeld (da) det (onde)med det beste, så (plutselig vil du) se, at den som var din fiende, er blitt en varmhjertet venn

I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

Kapittel 41 vers 31-35

إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى
كُنتُمْ تُوعَدُونَ

31. Sannelig, over dem som sier: Vår Herre er Allah, og som så forblir standhaftige, stiger englene ned (og sier): Frykt ikke, og sørg ikke, men motta gledelig nytt om den Hage som er lovet dere.

نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا
مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ

32. Vi er deres venner (og beskyttere) i dette liv og i det kommende. Og der vil dere ha (alt) hva deres sjeler begjærer, og der vil dere få (alt) hva dere berom,

بسم الله الرحمن الرحيم

I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

April - juni 2015

Innholdsfortegnelse

Utdrag fra Koranen...3

Al - Hadith...5

Skrifter av den utlovede Messias[as]...6

TJENE SIN TRO ER EN VELSIGNELSE FRA GUD...7

Hvordan Profeten Muhammad[saw] behandlet sine fiender...9

Et samfunn med likestilling eller likeverd?...11

En kvinnes plikter ovenfor sin ektemann...15

Amli islah...16

Gamle dyder og nye verdier...17

Tarbiyyat av barn...19

Spørsmål og svar med Hudoor[aba]...24

HELSESPALTE...26

Barneside...28

Pensum ijtema ladjna og naserat...32

Nasjonal Amir: Zartasht Munir Ahmad Khan

Leder LadjnaImaillah: Syeda Bushra Khalid

Redaktør urdu del: Mansoora Naseer
Redaktør norsk del: Mehrin Hayat, Andleeb Anwar

Kontaktinformasjon:

Adresse:
Bait-un-Nasr moske,
Søren Bulls vei 1, 1051 Oslo
E-mail: zainab_ishaat@yahoo.com

Tlf.: 22325859
Fax: 22437817

ZAINAB

LADJNA IMAILLAH NORGE

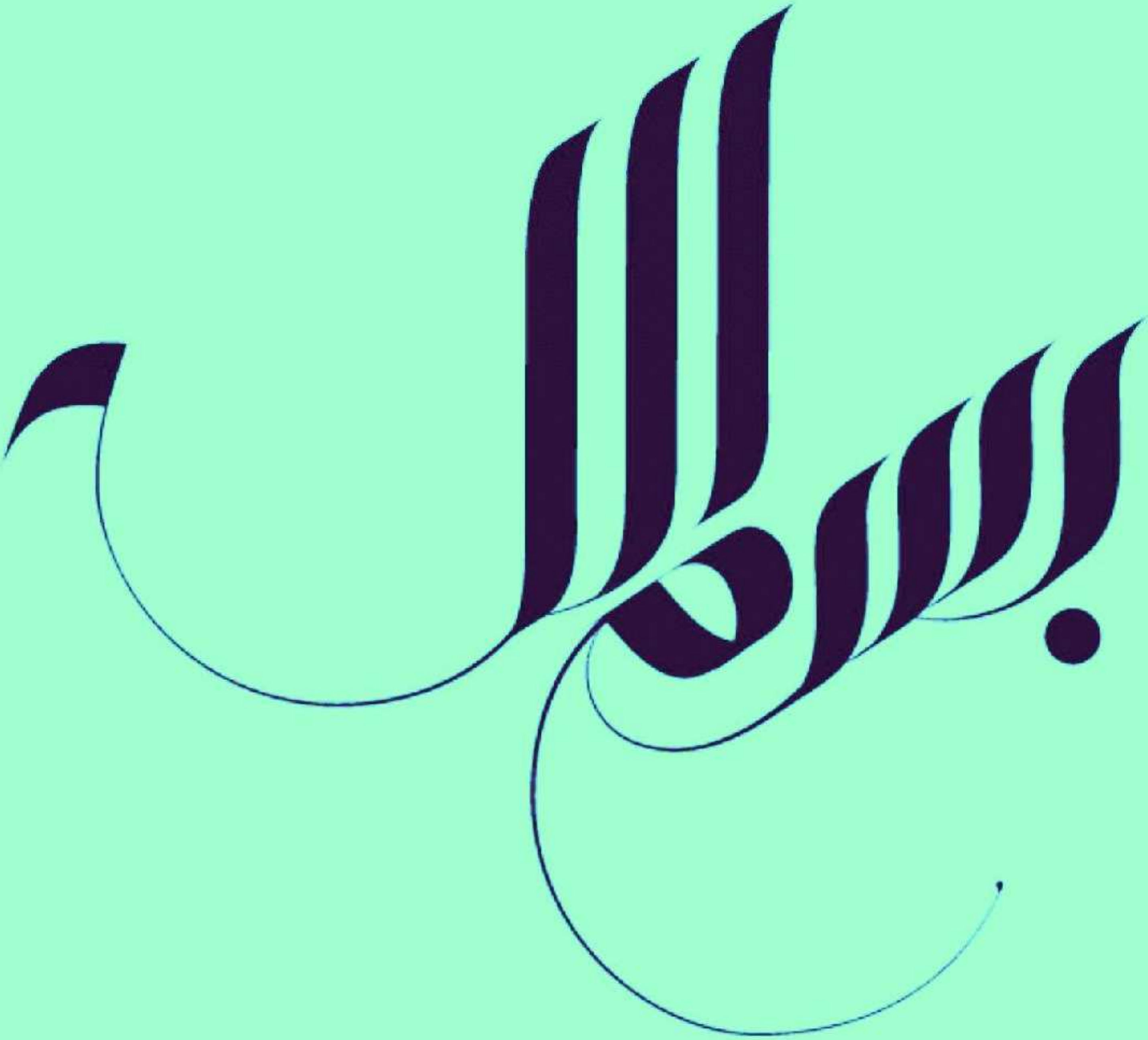

APRIL MAI JUNI

2015